ہفتہ وار

لاہور



فون- ۷۶۵۴۵

ایڈیٹر: مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ ۱۱ روپے

ششماہی چھ روپے

جلد ۹ | ۱۳ ستمبر سنہ ۱۹۶۳ء ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۳ھ | شمارہ ۱۹

بچوں ..... کا ..... اغوا

بچوں کے اغوا کی عام خبریں اور بردہ فروشوں کے اُن سے ظالمانہ سلوک کی لرزہ خیز داستانیں اخبارات میں اکثر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ان خبروں کے مطالعہ سے ہر شخص یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ بچوں کا اغوا، ان کی خرید و فروخت اور ان سے بھیک منگوانے کے لئے ان کے اعضا کو بے کار کرنے کا مشغلہ ایک مستقل پیشہ بن چکا ہے اور اس پیشہ میں ملوث لوگوں کی انسانیت سوز سرگرمیاں روز بروز فزوں سے فزوں تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ لیکن نہ عوام نے ہی اس کا شدید نوٹس لیا ہے اور نہ حکومت نے اس سلسلہ میں کوئی مؤثر قدم اٹھا کر اس بیماری سے قوم کو نجات دلانے کی کوئی راہ نکالی ہے۔

حالانکہ اس سنگدلانہ کاروبار اور سفاکانہ جرم کا انسداد وقت کا بہت بڑا تقاضہ اور قوم و انسانیت کی بیش بہا خدمت ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ اغوا کے واقعات کو فوری طور سے روکے، اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے ایک آرڈیننس کے ذریعے سخت سے سخت سزائیں تجویز کرے اور اس کی کم سے کم سزا ہمارے نزدیک مجرم کا گولی سے اڑا دینا ہے

آخر انسانی جانوں سے کھیلنا، ہزاروں بچوں کو والدین کے ہوتے ہوئے یتیم کر دینا، سینکڑوں والدین کو بے اولاد کر دینا، بچوں اور بچیوں کو اغوا کر کے ان کی شکلیں بگاڑ دینا، انہیں ہاتھوں اور پاؤں سے محروم کر دینا، ان کی آنکھیں نکال دینا اور پھر انہیں گداگری پر لگا دینا کیا ایسے جرائم نہیں کہ جن کی سزا سر عام تختہ دار پر کھینچا جانا ہی ہو سکتی ہے اور ہمارا دعویٰ ... شدہ ہی

سزا کے بغیر اس شرمناک جرم کا قلع قمع ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر نہ صرف یہ انفرادی فعل ہے۔ بلکہ کئی منظم گروہ ہیں۔ جنہوں نے یہ کاروبار اختیار کر رکھا ہے اور ان کی گوشمالی کے لئے جب تک قانون کا ڈنڈا پورے زور و شور کے ساتھ حرکت میں نہ آئے گا اور بے لوث، بے غرض، دیانتدار اور خوف خدا رکھنے والے افراد سے ترتیب دیا ہوا پولیس کا ایک الگ شعبہ قائم نہ کیا جائے گا جو بردہ فروشی اور اغوا کے واقعات کا سراغ لگائے اور دوسروں کے بچوں کو اپنے بچے تصور کر کے سخت کاروائی کرے اُس وقت تک نہ اس وبا پر قابو پایا جا سکتا ہے اور نہ اس لعنت کا خاتمہ ہی ہو سکتا ہے ـــــ

کاش ایوانِ حکومت تک ہماری یہ آواز پہنچ سکے اور ارباب اقتدار اس آواز کو گوشِ دل سے سن کر اس شقاوت کے دفعیہ کے لئے ہماری تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی سعادت حاصل کر سکیں اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور اس بے رحمانہ کاروبار کے انسداد کے لئے پوری طرح کمربستہ ہو کر میدان عمل میں نہ آئیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ اُن دکھی اور زندہ درگور والدین کے واردات قلبی سے بے خبر ہیں۔ جن کے بچے ان کی زندگی میں اغوا کر لئے جاتے ہیں اور وہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کی جدائی کے صدمے ..... اٹھانے کے لئے موت کی گھڑیاں گنتے رہتے ہیں ـــ اور اگر دیکھا جائے تو حقیقت بھی یہ ہے۔ کہ جو قیامت والدین پر اپنے نورِ نظر کے یک بیک گم ہو جانے سے ٹوٹتی ہے۔ دوسرے اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ دیکھا یہی گیا ہے کہ اغوا شدہ

بچوں کے والدین دن رات آنسو بہاتے ہیں، دنیا ان کی نظر میں تاریک ہو جاتی ہے، راتوں کا سکھ اور دن کا چین ان سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اور بچوں کی یادمیں انہیں کھانا پینا تک اچھا نہیں لگتا اور ایسے بچوں کی مائیں تو ممتا کے مارے اکثر پاگل ہو جاتی ہیں اور پھر ایسا ہونا تو عین فطری بات ہے۔ کیونکہ اگر بچہ اپنی قضا سے مر جائے تو اس خیال سے کہ اللہ کی مرضی پوری ہوئی، اس کی امانت تھی اس کے حوالے ہو گئی والدین کو رنج و غم کے باوجود صبر آ جاتا ہے اور صرف ایک جدائی کا غم باقی رہ جاتا ہے۔ مگر جو بچہ کھیلتا کودتا، ماں باپ کی نگاہوں کو ٹھنڈک پہنچاتا یک بیک غائب ہو جائے تو والدین اس غم میں گھلتے رہتے ہیں۔ کہ خبر نہیں ہمارا بچہ کہاں ہو گا کس طرح کھاتا پیتا ہو گا، کہاں سوتا ہو گا، دکھ درد میں اس کی خبر کون لیتا ہو گا، بیٹا اور بیٹی کہہ کر اسے کون دلاسے دیتا ہو گا، کون اس کی ناز برداریاں کرتا ہو گا وہ کسے اماں اور ابا کہہ کر پکارتا ہو گا۔ وہ محبت سے ہاتھ پھیلائے ہوئے کس کی آغوش میں جا کر لپٹتا ہو گا خبر نہیں وہ زندہ ہے یا مار دیا گیا ہے۔ اگر مار دیا گیا ہے تو کہاں پھینکا گیا ہے؟ دریا برد کر دیا گیا ہے یا نذر خاک ہونا اس کی قسمت میں ہوا ہے اور اگر وہ کسی ظالم کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ اور زندہ ہے تو وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہو گا؟ جب اُس کے ساتھ ظلم ہوتا ہو گا یا اس پر سختی ہوتی ہو گی تو وہ کیونکر دکھوں اور مصیبتوں کو جھیلتا ہو گا۔ اور وہ درد والم کے عالم میں کیسے محبت بھری نظروں اور ناز و انداز سے پکارتا ہو گا۔ غرض والدین کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور انہیں کسی کل چین نہیں پڑتا۔

کیا ان دکھی اور زندہ درگور والدین کی درد بھری صدا حکومت تک نہیں پہنچتی اور کیا ماں باپ کی شفقتوں سے جبراً محروم کر دیئے گئے اور ظلم و ستم کے شکار بچوں کی چیخ و پکار سننے کے لئے اقتدار کے کان سماعت سے محروم ہو گئے ہیں؟ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انہیں اس وحشیانہ، ظالمانہ اور سفاکانہ کاروبار کے دفعیہ کی تدبیر کر کے دکھی دلوں کی دعائیں لینی چاہیئں۔ وما علینا الا البلاغ۔

مجلسِ ذکر مورخہ جمعرات ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۳ھ ۲۹ اگست سنہ ۱۹۶۳ء

دنیا آخرت کی کھیتی ہے

مرتبہ: خالد سلیم

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان و شکر ہے، کہ اس نے ہمیں مل بیٹھ کر اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے ہزاروں ہمارے بھائی ایسے ہوں گے جو اس وقت فارغ ہونے کے باوجود فضول اور لغو کاموں میں اپنا وقت صرف کر رہے ہوں گے۔ ہمارے رہن سہن۔ خورد و نوش کے طور طریق اسلام کے قریب ہونے کی بجائے اسلام سے دور لے جانے والے ہیں، ہماری رسم و رواج بالکل اسلام کے خلاف ہیں۔

شادی کی ساری رسمیں ہندوانہ ہیں۔ بجز نکاح کے۔ کہ وہ مولوی صاحب عربی میں خطبہ پڑھ کر اسلامی طریقہ پر دونوں کا ملاپ کراتا ہے۔ اس کے علاوہ تیل مہندی کی رسم، باجا، گھوڑی، سہرا، بے جا صرف وغیرہ یہ سب اسلام کے خلاف ہیں۔

آج مسلمان عملی طور پر اسلام سے اس قدر دور ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ انہیں اسلام سے کوئی سروکار ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا احسان و شکر ہے۔ کہ ہماری نشست و برخاست ان لوگوں کے ساتھ رکھی، جو اللہ اللہ کرنے والے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام ہے جنہوں نے اسلام پھیلانے کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دی ہیں اور وہ ہیں علماء دیوبند اللہ تعالیٰ اکابرین دیوبند کی قبروں کو نور سے بھر دے آمین

مجلس ذکر میں کوئی گوجرانوالہ اور شیخوپورہ سے آتا ہے تو کوئی منٹگمری سے اور کوئی سیالکوٹ و لائل پور سے غرض مختلف شہروں سے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یاد الٰہی کے لئے اکثر لوگ آتے ہیں۔ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہم کو مل بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے

ع این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت رحمۃ اللہ کا معمول تھا۔ کہ وہ حلقہ ذکر کے بعد اصلاح حال کے لئے کچھ نہ کچھ فرما دیا کرتے تھے۔ ان کے بعد میں پہلے تو اکثر ان ہی کی بیان کردہ باتیں دہرا دیا کرتا تھا لیکن لوگوں کے اصرار پر میں نے بھی کچھ عرض کرنا شروع کر دیا۔ کئی مجالس ذکر میں میں ذکر اللہ کی ضرورت اور اہمیت پر اپنی معروضات پیش کر چکا ہوں۔ لیکن یہ موضوع ایسا ہے اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے اس قدر وسیع ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا اور ختم بھی کیسے ہو۔ خود قرآن مجید ذکر اللہ کی تاکید سے بھرا پڑا ہے اس کے علاوہ آنحضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم بھی کثرت سے یاد الٰہی کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمہ وقت مشغولیت ہمارے لئے خود ایک نمونہ ہے۔ لیکن افسوس! کہ آج مسلمان ذکر اللہ کو بے فائدہ اور زائد از ضرورت خیال کرنے لگے ہیں۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ

ترجمہ! دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو اس دنیا میں بوئیں گے۔ وہی آخرت میں کاٹیں گے۔ اگر دنیا میں نیکوں کی مجالس اختیار کر کے ذکر اللہ اور نیک کام کریں گے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقبولین کی صف میں کھڑے ہوں گے اگر اللہ کے نافرمانوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں گے فواحش و منکرات کو شعار بنائیں گے۔ اور بے حیائی کے کام کریں گے تو آخرت میں یقیناً عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلوص نیت اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ریا کاری اور دکھلاوے سے محفوظ رکھے اور استقلال و استقامت عطا فرمائے

ہم جو نیک اعمال ... سرانجام دیں انہیں ہمیشہ جاری رکھیں یہ نہیں کہ کچھ عرصے کے بعد کم کر دیں یا بالکل چھوڑ دیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ سوچ لیا کرو کہ آیا اس میں اللہ تعالیٰ ناراض ہیں یا خوش۔

اگر ناراض ہیں تو اس کام کو نہ کرو۔ اگر خوش ہیں تو اس کام کو کرو۔ یہی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے تقویٰ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم جنگل میں خاردار راستے میں سے کس طرح گزرو گے۔ تو اس صحابیؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر احتیاط سے گزروں گا تاکہ کوئی کانٹا کپڑوں سے الجھنے نہ پائے۔ اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اس دنیا کی زندگی میں بے حیائی، معصیتوں اور اللہ کی نافرمانیوں کے خطرناک کانٹوں سے ایمان کے کپڑوں کو صحیح سلامت بچا کر نکلنا یہی تقویٰ ہے

محترم حضرات! انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ گناہ کی طاقت ہونے کے باوجود گناہ سے باز رہے۔ غصہ آئے لیکن اللہ کی رضا کے لئے غصہ کو پی جائے، اپنے مقاصد سامنے ہوں۔ لیکن دینی مقاصد کے پیش نظر انہیں نظر انداز کر دے یہ تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی اور پرہیزگار بنائے اور ہم ہر عمل حیات کے اندر یہ کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو ہماری عملی زندگی صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے مطابق گزرے۔ اس کے لئے محنت و کوشش کی ضرورت ہے، اللہ کے نیک بندوں کی صحبت میں بیٹھنے کی ضرورت ہے اور اسی سے یہ رنگ چڑھ سکتا ہے

حدیث شریف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ جماعت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جماعت کے ساتھ رہنے میں برکت ہے۔ جو نیک جماعت سے نکل گیا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا

باقی تمام مذاہب انفرادیت کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن اسلام اجتماعیت کی طرف بلاتا ہے، نماز باجماعت، زکوٰۃ، روزہ

خطبۂ جمعہ ۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۳ھ ۶؍اگست سنہ ۱۹۶۳ء

اسلام ہی دینِ فطرت ہے

(۲)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بزرگانِ محترم!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام اپنے آپ کو دینِ فطرت کہتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت سلیمہ یعنی اسلام لے کر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اپنے ماں باپ کی وجہ سے گمراہ ہوجاتا ہے تو آخر گمراہ ماں باپ اور دوسرے لوگ جو مذہب کے مخالف ہیں وہ اس کی مخالفت کرتے کیوں ہیں؟ مخالفت کا سبب کیا ہوتا ہے؟ اور امت فطرتِ انسانی کے تقاضوں کی مخالفت کس داعیہ کے تحت کرتی ہے؟ تو اس کا جواب قرآن عزیز ان الفاظ میں دیتا ہے:-

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج

(سورہ آل عمران رکوع ۲)

ترجمہ! لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ جب انسان کو مال و اسباب کی فراوانی حاصل ہوتی ہے تو پھر خواہشاتِ نفسانی کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے اور یہ مغلوبیت کے عالم میں قانونِ فطرت کی حدوں کو پھلانگ جاتا ہے۔ حالانکہ اس وقت اس کے دل اور ضمیر کی آواز خواہشات نفسانی کی تکمیل کے خلاف اور فطرت کے عین مطابق ہوتی ہے اور شریعت نے دل اور ضمیر کی اس سچی اور فطری آواز کو "وعظ فی قلب کل مومن" "ہر مومن کے دل میں اللہ کے وعظ" کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ مثال کے طور پر ہر انسان کو اس کی فطرت یہ کہتی ہے کہ اپنی بیوی کے سوا کسی دوسرے کی بیوی کو ہاتھ نہ ڈال مگر خواہشاتِ نفسانی سے مغلوب ہوکر انسان یہ ناشائستہ حرکت کرتا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قانونِ فطرت کے تنبیہ کرنے اور خلافِ فطرت کام کرنے کا ہی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے گھر تو لوگوں کے سامنے بغیر کسی روک ٹوک کے آتا جاتا ہے مگر دوسرے گھر میں جانے کے لئے چھپ چھپ کر جاتا ہے تاکہ کوئی دیکھ نہ لے اور سوسائٹی کی گرفت کے علاوہ اس کی ضمیر خود اسے اس فعل بد پر ملامت کر رہی ہوتی ہے۔ لیکن خواہشات نفسانی اسے بہرہ کر دیتی ہیں اور وہ ضمیر کی آواز کو نہیں سن سکتا۔ اسی طرح جب انسان اپنا سرمایہ اور اپنی دولت کہیں لے جانا چاہتا ہے۔ تو وہ کھلے بندوں لے جاتا ہے اور اسے کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوتا مگر جب چوری کا مال کہیں لے جانا ہو تو اسے سَو سَو قسم کے وسوسے اور خطرے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور یہ ضمیر اور فطرت کی وہ سچی آواز ہوتی ہے جو اسے اس کے برے فعل پر ملامت کر رہی ہوتی ہے مگر دنیا کی لالچ اسے فطرت کی خلاف ورزی پر مجبور کرکے اس سے اس ناشائستہ فعل کا ارتکاب کرا ہی دیتی ہے۔

محسنِ کائنات کا ارشاد گرامی

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرُ اَخْشٰی عَلَیْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰی عَلَیْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْكُمُ الدُّنْیَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ! عمرو بن عوف سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "خدا کی قسم میں تمہاری تنگدستی سے نہیں ڈرتا بلکہ مجھے تمہارے متعلق اس بات کا خطرہ ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی پھر تم اس میں رغبت کرو گے۔ جس طرح انہوں نے اس میں رغبت کی تھی پھر تمہیں ہلاک کر دے گی۔ جس طرح انہیں ہلاک کیا تھا۔

نتیجہ

مال و دولت پر فریفتہ ہونا اور دنیا کی لذتوں اور چاہتوں میں گم ہو جانا انسانی ہلاکت کا سامان ہے۔ مال و دولت اور دنیا کا کسی کے پاس ہونا اسلام کے نزدیک معیوب نہیں مگر اس کی محبت میں گم ہو کر اور خواہشات نفسانی میں فنا ہوکر فطرت کے تقاضوں کو بھول جانا اس کے نزدیک جہنم کا ایندھن فراہم کرنے کے مرادف ہے۔ پہلی کئی قومیں اسی حبّ مال و جاہ کے باعث ہلاک ہوئیں۔ اور اگر امت محمدیہ بھی اسی مرض میں گرفتار ہوگئی تو اس کی ہلاکت بھی قانونِ قدرت کے مطابق لازمی ہے۔

حبّ دنیا ایک شیطانی شجر ہے

دولت، اقتدار، عیش اور غرور اس کی چار شاخیں ہیں اور تاریخ عالم شاہد ہے کہ اس درخت کے سایے نے عموماً قوموں کی مسرّتوں کو برباد کیا اور چند لوگوں نے قوموں کی روحانیت کو لوٹ کر انسانیت کو تاخت و تاراج کیا ہے پھر اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ذاتی اقتدار، دولت، شہرت اور عیش کے تقاضوں میں سچی زندگی کا تصوّر قطعی ملیا میٹ ہوکر رہ جاتا ہے اور انسان شیطان کے ہاتھوں میں ناانصافی اور ظلم کا آلۂ کار بن کر اس جھوٹے غرور کا شکار ہو جاتا ہے کہ یہ تمام چیزیں اس کی اپنی ہمّت کی کرشمہ کاریاں ہیں۔ حالانکہ اقتدار، دولت عیش اور شہرت چندروزہ زندگی کی تباہ کن مصروفیتوں کے علاوہ

کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان دنیا میں رہے لیکن دل کا تعلق اللہ سے قائم رکھے، کام دنیا کے کرے مگر مخلوق خدا کی خدمت اور انسانی اخوت ومحبت کے جذبے اور خوف خدا سے اس کا دل خالی نہ ہو اور یہی وہ تصور ہے جو دنیا کو مساوات، انصاف بھی شادمانیوں اور حقیقی مسرتوں سے ہمکنار کرسکتا ہے۔ اور یہی وہ پاکیزہ اور نظریۂ حیات ہے جس کے دامن میں انسانیت فطری تقاضوں کے مطابق پنپ سکتی اور پروان چڑھ سکتی ہے۔

ایمان

اسلام کی عمارت میں بنیادی حیثیت ایمان کو حاصل ہے۔ اگر ایمان سلامت ہے تو اسلام کی عمارت قائم ہے ورنہ اس عمارت کا سرے سے وجود ہی کوئی نہیں — اور انسانی فطرت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ مذہبی حقائق اور غیبی امور جاننے کے لئے بے چین رہتی ہے لیکن چونکہ ان کے براہ راست جاننے کی صلاحیت عام انسانوں میں نہیں ہے۔ اس لئے ماننے ہی کی صلاحیت پر اسلام نے بنیادی طور پر زور دیا۔ اور اسے ایمان بالغیب کے نام سے تعبیر کیا ہے اور یہ بندوں کو صراط مستقیم پر چلانے کی فطری راہ ہے۔ پھر وہ مذہب جو انسانوں پر ایسی معلومات پیش کرے جن کے ماننے کی بھی فطرت انسانی میں گنجائش نہ ہو۔ وہ جنوں اور فرشتوں کا مذہب تو ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایمان ہو یا عمل ہم میں جس چیز کی صلاحیت فطرتاً موجود ہے اسلام اسی کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ اور اپنی تعلیمات پیش کرنے کے بعد عقل انسانی کو جگاتا — اور اعلان کرتا ہے۔ کہ تمہاری عقل جس حد تک گہری اور بیدار ہوتی جائے گی مذہبی امور کے ماننے اور ان پر ایمان لانے کی صلاحیت بھی تم میں بڑھتی جائے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنا نام دین فطرت قرار دینے کے بعد اپنے اوپر یہ فرض ٹھہرا لیا ہے کہ جو لوگ اپنی فطرت کے نقطہ سے ہٹ کر غیر فطری زندگی بسر کر رہے ہیں یا غیر فطری احساسات اور معلومات میں الجھ کر پریشان ہو رہے ہیں ان کو فطری نقطہ تک لایا جائے یہی اس کا کام ہے اور اسی کی دعوت بعنوان آیات میں ہے۔ اور جس کا ترجمہ یہ ہے "یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر آدمی کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ دینی دعوت سے فطرت کا بدلنا مقصود نہیں ہے یا اللہ کی پیدا کی ہوئی خلقت کو تبدیل کرنا نہیں ہو یہی سیدھی، لازوال، محکم اور استوار راہ ہے۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے —

بہرحال مذہب حق کی صداقت کا بڑا نشان یہی ہے کہ اس کی تعلیمات کے ماننے کی انسانی فطرت میں گنجائش تلاش کرنی چاہیئے — اسی لئے پیغمبروں نے ہمیشہ ایمان لانے کا فطری مطالبہ انسانوں سے کیا —

پیغمبروں کی سیرت

یہ بھی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ انسانی فطرت اعلے اخلاق اور اعلے دانش کے آگے جھک ہی جاتی ہے، اور شخصیتوں پر اعتماد کرنے کا جذبہ اس میں فطری طور پر ودیعت کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ پیغمبروں کی سیرت کو مشعل راہ بنانے اور ان کے نمونے کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کا فطری طریق بھی دین فطرت کا جزو بنا — اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پیغمبروں سے بڑھ کر اعلے اخلاق اور اعلے دانش والا کوئی شخص خدا کی مخلوق میں نہیں ہے لہذا ان کی سیرتوں کو امتوں کے لئے نمونہ قرار دیا گیا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اکمل ترین رسول اعلم ترین انسان اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق ہیں۔ ان کا نمونہ ساری مخلوق کے لئے قیامت تک کے لئے اسوۂ حسنہ بنا دیا گیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ دین کی دعوت کا جو طریق پیغمبروں نے اختیار اور ارباب علم واخلاص کے گروہ نے اختیار کیا۔ اس سے زیادہ کارگر اور کوئی طریق نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سچ کے آگے ممکن ہے۔ انسان نہ جھکے لیکن سچ کے پیچھے دب جانے پر وہ مجبور ہے —

خدام الدین کا تازہ پرچہ

۱۔ سید فراغ حسین معرفت طاہر شاہ صاحب خطیب پولیس لائن ایبٹ آباد
۲۔ قاری بک سٹال میلسی
۳۔ احسان اللہ پبلک ہاؤس لیہ

مضمون نگار حضرات

کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ مضمون خوشخط اور صاف لکھ کر تحریر کیا کریں۔ اور آیات قرآن کا حوالہ صحیح دیا کریں۔ (ادارہ)

تبلیغی جلسہ

مورخہ ۱۴ ستمبر کو حسن ابدال میں مولانا عبدالحی صاحب عابد وعظ فرمائیں گے۔

قرآن مجید میں ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

از :- جناب مولانا عزیز الرحمان صاحب مفتی مدنی دار الافتا بجنور

محبّت کی دنیا بھی بہت عجیب دنیا ہے، یہ ایک ایسا گلشن ہے۔ جس کے خاروں کو بھی پیار کیا جاتا ہے، یہی خار جب دم واپسی دامن تھام لیتے ہیں۔ تو طالب گل کے لئے ان کی خلش اور چبھن قابل پیار ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ کچھ دیر اور دید گل کے لئے بہانہ بن جاتے ہیں،

؎ تیری گلی کے خار پہ گلشن نثار ہوں
کچھ دیر لگ گئی مجھے دامن کیواسطے

مجبّتِ وادی کے پھولوں کا تو کہنا ہی کیا؟ جن کے تصوّر کے لئے بھی عمر نوح چاہیئے، فرصت ہو اور تصور ہو اور کچھ نہ ہو ؎

دل ڈھونڈتا ہے پھروہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصوّر جاناں کئے ہوئے

اس باب کی باتیں دنیا والوں کے لئے اگرچہ کچھ عجیب سی ہوتی ہیں، مگر ان کو محبّت اور محبوب ہی خوب سمجھتے ہیں،

ان کو خبر ہو یا مجھے کوئی نہ رازدار ہو

اس لئے کہ اکثر کلام تشبیہہ استعارہ اور رمز وکنایہ میں ہوتا ہے۔ کیونکہ عاشق کی غایت درجہ محبت اور اس میں بھی حیا، بس مافی الضمیر کی ترجمانی کے لئے تشبیہہ استعارہ اور رمز وکنایہ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

حیا کے پردہ میں تشبیہہ ہی عیاں ہوتی ہے محبوب سے تخاطب اور نام لے کر آداب محبت کے خلاف ہی نہیں بلکہ دستورِ محبّت میں ایک قبیح ترین جرم ہے، علاوہ ازیں اشاروں اور ضمائر سے جو کام لیا جاتا ہے۔ اور اس میں جو محبّت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے وہ نام لینے میں کہاں چنانچہ شاعر نے مندرجہ ذیل شعر میں صرف ضمائر کا استعمال کرکے دلوں میں جو اضطراب پیدا کردیا ہے، وہ شاید نام لینے میں نہ ہوتا، ملاحظہ ہو ؎

کہتا تھا کل مریض کو اپنے سنا سنا
کردے کوئی معاف کسی کا کہا سنا

ہاں کبھی کبھی نام لینا بھی محبّت کی علامت شمار کیا گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا، عائشہؓ! میں جانتا ہوں جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو رب کعبہ کی قسم اور جب راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو ربّ محمّدؐ کی قسم حضرت عائشہؓ یہ سنکر مسکرادیں

قرآن مجید میں ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت آیا ہے مگر کس طرح پر؟ پڑھیئے اور لذّت اندوز ہوجیئے، نہ قلم میں طاقت کہ اس کو لکھ سکے اور نہ زبان میں قدرت کہ اس کو بیان کرسکے پڑھیئے اور محبّت سے دل کو آباد کیجئے۔ اور دل کو کسی قابل بنا لیجئے ؎

نہ آشنائے دردِ محبّت تھا جو کبھی
اس دل کو تیری یاد نے اب دل بنا دیا

قرآنی قسمیں

اللہ تعالےٰ نے بہت جگہ قرآن پاک میں قسم کھاکر ارشاد فرمایا ہے تاکہ مخاطبین کو کسی قسم کا شک باقی نہ رہے اور بات قلب کی گہرائیوں میں اتر جائے کیونکہ قسم کسی محبوب اور معظّم شے ہی کی کھائی جاتی ہے، بس اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآنی قسموں کا مقسم بہ (جس کی قسم کھائی گئی ہے) کون ذات گرامی ہے؟ میرے نزدیک تمام علمأ ومفسّرین کے اقوال کو سامنے رکھنے کے بعد مرجع آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے —

۱- والعصر ان الانسان لفی خسر-
قسم ہے عصر کی بے شک انسان ٹوٹے میں ہے-

یعنی پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانہ کی قسم یوں مطلقاً زمانہ یا وقت گردش لیل و نہار کا نام ہے- جس میں بہت سے حادثات واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں- اور انسانی عمریں پلٹیاں کھاتی ہوئی اختتام پذیر ہوتی ہیں ؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

پھر ایک عاشق صادق کے لئے یہ گردش لیل و نہار بھی محبوب اور باعث مسرت ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے وصل موعود کی گھڑیاں قریب تر ہوتی جاتی ہیں-

انا لنفرح بالایام نقطعها!
وکل یوم مضیٰ نقص من الاجل

میں دنوں کے گزرنے سے خوش ہوں کیونکہ جو دن بھی گزر رہا ہے وہ موت کی مدت کو کم کر رہا ہے اور موت لقار موت کا ذریعہ ہے-

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب — (الحدیث)

موت ایک پُل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے واصل کرتا ہے-

لیکن آیت شریفہ میں جو محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور یا بقول امام رازی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کی قسم کھائی گئی ہے تو والعصر سے مراد ولعمرک ولبقاءک ہے- جس کو اُردو زبان میں "تیری زندگی کی قسم" سے تعبیر کیا جاتا ہے —

آیت شریفہ کے مندرجہ بالا معنی کی تائید میں امام فخر الدین رازیؒ نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے-

آپ نے ارشاد فرمایا تمہاری اور تم سے پہلی امتوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے صبح سے لے کر ظہر کے وقت تک ایک قیراط کی اُجرت پر ایک مزدور رکھا (یہ تو یہودی ہیں کہ اجرت کم اور زمانہ اجرت زیادہ) پھر ظہر کے وقت سے عصر کے وقت تک ایک قیراط کی اجرت پر دوسرا مزدور رکھا (یہ نصرانی ہیں جن کی مزدوری اگرچہ وہی ہے مگر زمانہ اجرت کم ہے) پھر عصر سے لے کر مغرب تک تیسرا مزدور اور رکھا- جس کی اجرت دو قیراط (یہ امت محمدیہ ہے کہ جس کی اجرت دونی اور زمانہ اجرت بھی بہت کم —

اس کے بعد امام موصوف نے فرمایا ہے

فهذا الخبر دلّ علی ان العصر هو الزمان المختص به وبامته

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے مراد آپؐ کا اور آپؐ کی امت کا زمانہ ہے —

اور ظاہر ہے کہ زمانہ کو صاحب زماں اور مکان کو صاحب مکاں کی وجہ سے شرافت حاصل ہوتی ہے (کما سیأتی)

۲- والعٰدیات ضبحاً ــ (الآیتہ)

قسم ہے ہانپتے ہوئے دوڑنے والوں کی

اس آیت شریفہ میں اس سریتہ کی قسم کھائی ہے - جو مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپؐ نے کافروں کی طرف بھیجا تھا - لیکن جب اس مختصر قافلہ کی کچھ دنوں تک کوئی خبر نہ ملی - تو آپ افسردہ خاطر رہنے لگے تب حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور اس قافلہ کی سلامتی کی خبر دی اور واپس ہونے کی خوشخبری سنائی - گویا کہ محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) جس چیز کی فکر میں پریشان ہیں اور اس کی سلامتی کو پسند فرماتے ہیں اسی چیز کی قسم کھائی گئی تاکہ محبوب اس سے مسرور ہو جائے - ع

تمہاری خامشی سے دل میرا بیتاب ہوتا ہے

۳- وھذا البلد الامین ــ (الآیتہ)

اس امن والے شہر کی قسم -

۴- لا اقسم بھذا البلد ــ (الآیتہ)

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ــ

بالاتفاق جمیع مفسرین دونوں آیتوں میں شہر سے مراد مکہ معظمہ ہے - جو مولد شریف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور مہبط وحی الٰہی کا ہے - قرآن پاک سب سے پہلے اسی ارض مقدس پر نازل ہوا ہے اور یہیں سے دین محمدیؐ نے طلوع کیا - ع

تیری منزل پہ صدقہ جان میری

اور مکان کی یہ شرافت مکین کی وجہ سے ہے - ورنہ جس وقت یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اس وقت تو یہ شہر صنم کدہ اور بت کدہ تھا - لیکن چونکہ محبوب کی قیام گاہ ہے - اس وجہ سے قسم کھائی جا رہی ہے - باایں ہمہ بیت اللہ کی وجہ سے جو شرافت اس شہر کو حاصل تھی اور ہے اس میں کلام نہیں لیکن مذکورہ تفسیری روایت اور اس کا حسین نکتہ بھی اپنی جگہ درست ہے ــ

۵- والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ

قسم ضحیٰ کی اور رات کی جب ڈھانپ لے

اس سورہ کا نام سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس سے قبل والی سورہ (واللیل) کا نام سورہ ابی بکر (رضی اللہ عنہ) بھی ہے علامہ بغویؒ نے اپنی تفسیر میں ابن جریج از مقاتل کے واسطے سے حدیث نقل کی ہے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۲ یوم اور بروایت دیگر ۱۵ یوم وحی کا سلسلہ منقطع رہا جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ وحشت سی رہی تو کفار مکہ نے آپ کا مذاق اڑایا - کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے رب نے چھوڑ دیا تب یہ سورۃ جبریلؑ لے کر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جبریلؑ مجھے آپ کی ملاقات کا بہت اشتیاق تھا حضرت جبریلؑ نے جواب دیا حضور! مجھے آپ سے زیادہ اشتیاق تھا - لیکن میں تو حکم الٰہی کا بندہ ہوں - جب حکم ہوتا ہے - جب ہی حاضری ہوتی ہے -

والضحیٰ چاشت کے وقت کی قسم سے مراد کیا ہے ؟ مفسرین اس کی تفسیر میں مختلف ہیں - بعض کا کہنا ہے کہ اس وجہ سے کھائی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر جادوگر اسی وقت (چاشت) ایمان لائے تھے - لیکن امام رازی نے اپنی تفسیر میں دونوں صورتوں کے درمیان جو مطابقت بیان فرمائی ہے جو سورۃ کا شان نزول ہے یہ زیادہ مناسب ہے دو دوسرے اقوال بھی علی [illegible]

۱- ضحیٰ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور اور لیل سے مراد آپ کے گیسوئے معنبر مراد لئے جائیں -

۲- والضحیٰ سے مراد آپؐ کے خاندان (اہل بیت) کے مرد اور لیل سے مراد عورتیں

۳- ضحیٰ سے نزول وحی اور لیل سے مراد انقطاع وحی وغیر ذالک -

تو اس اعتبار سے ترجمہ ہوگا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کے چہرۂ انور کی قسم اور آپؐ کے گیسوئے معنبر کی قسم آپؐ کو آپؐ کے رب نے چھوڑا نہیں الخ

اور آپؐ کو اس قدر نوازا جائے گا کہ آپؐ خوش ہو جائیں گے الخ

والفجر ولیال عشر والشفع والوتر واللیل اذا یسر (الآیتہ)

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور شفع و وتر کی اور رات کی جب چلے -

ان کو قسموں کے تعین میں سب ہی مفسرین مختلف ہیں، امام رازیؒ نے فرمایا ہے اس باب میں جو کچھ کہا جائے گا اس کو تاویل اور احتمال ہی درجہ دیا جا سکتا ہے، یقین اور قطعیت کا نہیں - لہٰذا امام موصوف نے ان کے ذیل میں بیس احتمالات سے زائد بیان کر ڈالے ہیں - ان ہی احتمالات اور تاویلات میں سے بعض کا ذکر اس جگہ پر کیا جاتا ہے،

(۱) فجر سے مراد وہ فجر ہے کہ جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے، اور آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے کائنات کو منور فرمایا -

(۲) لیال عشر سے مراد عشر ذی الحجہ کی راتیں ہیں، یا رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہے، جس میں لیلۃ القدر کے ہونے کا قوی امکان ہے - جس کے متعلق قرآن پاک نے اعلان فرمایا ہے -

لیلۃ القدر خیر من الف شھر ــ

لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے،

اس رات کی فضیلت اس کے شان نزول کو پڑھنے کے بعد اور واضح ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعض صحابہؓ نے عرض کیا حضور! ہم سے پہلی امتوں کی عمریں طویل ہوتی تھیں، انہوں نے اپنی طویل عمر میں بحالت ایمان جو نیکیاں کی ہیں ہم اپنی کم عمری کی بنا پر اتنی نہیں کر سکتے تب یہ سورہ نازل ہوئی کہ (لیلۃ القدر میں عبادت کرنا اور امور خیر کو انجام دینا ہزار مہینوں کی نیکیوں سے زیادہ افضل ہے -

قرآنی ارشاد کے بموجب اس رات کو یہ فضیلت نزول قرآن کی وجہ سے ہے اور قرآن پاک وہ جامع اور افضل ترین کتاب ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے - خلاصہ یہ کہ ان راتوں کی فضیلت اضافی ہے - اصل فضیلت کسی دوسری چیز کو حاصل ہے، یہ راتیں چونکہ ظرف کی حیثیت رکھتی ہیں اس وجہ سے ان کو بھی یہ شرافت حاصل ہوگئی، کہ حق تعالےٰ نے ان کی قسم کھائی - ورنہ بات یہی ہے کہ :- ع

کوئی محبوب ہے اس پردہ زنگاری میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان راتوں میں بہت زیادہ عبادت فرمایا کرتے، حد یہ کہ اپنی ازواج مطہرات کو ان راتوں میں بیدار رکھتے اور ان کو بیدار رہنے اور تہجد پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے کیونکہ ایک عاشق صادق کے لئے رات کی تنہائیوں میں ..... اپنے محبوب کو یاد کرنا ہی باعث قرار ہے خوش نصیب ان کے جو راتوں کو یاد محبوب میں زندہ رکھتے ہیں -

اللیل للعاشقین ستراً

یا لیت اوقاتہ تدوم

رات عاشقوں کے لئے چھپ کر محبوب کو یاد کرنے کی وجہ سے، آڑ اور پردہ ہوتی ہے ۔ ہائے کاش ایسے اوقات ہمیشہ رہیں کہ

محبوب کو چپکے چپکے یاد کریں ؎

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے تری فکر سے تیری یاد سے ترے نام سے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو بیدار رہتے تھے اور روتے روتے آپؐ کی ریش مبارک تر ہو جاتی تھی ؎

مجھ کو جنوں نہیں ہے کہ جاگوں تمام رات
لیکن کسی کی یاد ستائے تو کیا کروں

والشفع والوتر سے مراد یوم عرفہ اور یوم اضحی ہے۔

واللیل اذا یسر سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج والی رات ہے، ان تمام تاویلات اور احتمالات کے ضمن میں ملاحظہ فرمایئے کہ کس کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔

کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں۔

والسماء والطارق وما ادراك ما الطارق النجم الثاقب

قسم ہے آسمان کی اور رات میں آنے ..... والے کی اور جانتے ہو رات میں آنے والا کون ہے، ایک روشن ستارہ ہے

اس آیت میں بھی تشبیہ اور استعارہ سے کام لیا گیا ہے، جس کے متعلق مفسرین کی مختلف رائیں ہیں، مثلاً طارق یعنی نجم ثاقب سے مراد، ثریا، زہرہ، شہاب وغیرہ وغیرہ، لہٰذا اگر یہ تاویلات ہو سکتی ہیں کہ جن میں کوئی خاص اہمیت نہیں، تو پھر کیوں نہ وہ تاویل کی جائے، جو عظمت اور اہمیت کی حامل ہے۔ یعنی آسمان سے مراد آسمان نبوت اور طارق (رات میں آنے والا) سے مراد ذات گرامی جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو رات ہی کے وقت معراج میں تشریف لے گئے تھے، قرآن کریم نے اس رات کے آنے والے کو ایک روشن ستارہ سے تعبیر کیا ہے جس کی عظمت اور نورانیت سے کفر و شرک کی اندھیریوں میں ایک کثیر مخلوق نے ہدایت پائی اور شیطانی و طاغوتی اڈوں پر تباہی و بربادی آئی لہٰذا اس تاویل کی روشنی میں ترجمہ یہ کیا جائے گا۔

قسم ہے آسمان نبوت کی اور رات کو (یعنی شب معراج میں) آنے والے کی اور آپ جانتے ہیں کہ وہ رات میں آنے والا کون ہے؟ وہ روشن ستارہ ہے (یعنی ذات گرامیؐ)

۷۔ فو ربك لنحشرنهم والشياطين ثم لنحضرنهم حول جهنم جثيا (الآية مريم)

آپ کے رب کی قسم ہم (اس وقت) ان کافروں اور شیاطین کو جمع کریں گے اور جہنم کے گرداگرد لا حاضر کریں گے اس حال میں کہ وہ گھٹنوں کے بل ہوں گے۔

اس آیت میں کفار و مشرکین اور شیاطین کا انجام بتلایا گیا ہے، اور حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے۔ اگرچہ یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ اپنی ذات کی قسم، یا اپنی قسم، لیکن پیار اور محبت کی وجہ سے اضافت کے ساتھ کہا گیا ہے۔ آپؐ کے رب کی قسم، جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے اظہار محبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، عائشہؓ میں جانتا ہوں، جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمدؐ کی قسم، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار محبت کے طور پر متعدد احادیث میں فرمایا ہے۔ والذی نفسی بیدہ یعنی اس ذات گرامی کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے

کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

من احب شیئا اکثر ذکرہ

جو جس چیز سے زیادہ محبت کرتا ہے اکثر اس کو یاد کرتا ہے

محبت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حبیب کی یاد کے لئے عنوان یا موقع کا پابند ہو

میرے جنوں کو جان گئے تیری یاد سے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محبین کی یہی علامت ذکر فرمائی ہے "وہ کثرت ذکر کی وجہ سے ایسے دکھائی دیتے ہیں گویا کہ دیوانے ہیں۔

لعمرك انهم لفی سكرتهم يعمهون (الآية الحجر)

آپؐ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں۔

قوم لوط کا حال بیان کرتے ہوئے جملہ معترضہ کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضرت علامہ عثمانی فرماتے ہیں —

ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یعنی تیری جان کی قسم لوطؑ کی قوم غفلت اور مستی کے نشہ میں بالکل اندھی ہو رہی تھی وہ بڑی لاپروائی سے حضرت لوطؑ کی نصیحت بلکہ لجاجت کو ٹھکرا رہے تھے ان کو اپنی قوت کا نشہ تھا شہوت پرستی نے دل و دماغ مسخ کر دئے تھے وہ بڑے امن اور اطمینان کے ساتھ پیغمبر خدا سے جھگڑ رہے تھے، نہیں جانتے تھے کہ صبح تک کیا حشر ہونے والا ہے، تباہی و بربادی کی گھڑی ان کے سر پر منڈلا رہی تھی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دنیا میں کوئی جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے اشرف اور اکرم پیدا نہیں کی، میں نے خدا کو نہیں سنا کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان عزیز کے سوا کسی دوسری جان کی قسم کھائی ہو۔ (فوائد عثمانی ص۳۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ قرآنی قسموں کا مآل کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی ہے، اگرچہ ظاہری طور پر اور دوسرے معنی بھی مراد لئے گئے ہیں —

۹۔ والنجم اذا هوى ما ضل صاحبكم وما غوى (الآية)

قسم ہے ستارے کی جب کہ مائل ہو۔ تمہارا رفیق نہ تو بھٹکا ہی ہے، اور نہ بے راہ ہوا ہے،

باقی آئندہ (ماخوذ تذکرہ)

ایصال ثواب

دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ محلہ ورکشاپی راولپنڈی شہر کے طلباء نے چوہدری رحمت اللہ صاحب خزانچی دارالعلوم کی والدہ ماجدہ کی وفات پر ختم قرآن شریف کا ایصال ثواب کیا۔

دعائے صحت

نیز حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ والدہ ماجدہ مولانا عبید اللہ صاحب انور جانشین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحت و شفا کامل و عاجل کے لئے دعا کی گئی ہے۔ عبدالحنان مہتمم ۱۳گ

بہادر شاہ ظفر کے آخری لمحات

ایک مظلوم لڑکی کا خط اپنی ماں کے نام!

(از جناب منشی فتح چند صاحب نسیم)

جب پہلی جنگ آزادی ناکام ہوئی تو وہی لال قلعہ جو بہادر شاہ کے آرام و مسرت کا گہوارہ ہندوستان کی جنگ آزادی کا مرکز اعلیٰ، مغلیہ عظمت کی آماجگاہ علم و ادب کا گہوارہ اور ارباب فن کی قدر دانیوں کا ٹھکانہ تھا۔ ظفر بادشاہ کا جیلخانہ بنا۔ بادشاہ کو اس آبائی ورثہ سے دستبردار ہو کر اُسے آخری سلام کہنا پڑا۔ اور حکومت نے جنگ آزادی کے اس سربراہ کو جلاوطنی کی زندگی گزارنے کے لئے رنگون بھیج دیا رنگون میں بہادر شاہ ظفر کے ساتھ ان کی بیگم زینت محل، شہزادہ جواں بخت شاہ کی دلہن نظامی بیگم بھی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک شہزادہ اور ایک پوتا بھی ان کے ساتھ تھا اور یہ جواں بخت شاہ وہی ہیں کہ جن کی شادی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ہوئی تھی۔ غالب و ذوق کے دیوانوں میں وہ سہرے موجود ہیں جو اس شادی کے موقعہ پر لکھے گئے۔

جلاوطنی کے بعد رنگون کے شاہی قید خانہ سے جواں بخت کی بیگم نے جو خط اپنی ماں کے نام لکھا وہ تاجدار مغلیہ کے آخری لمحات کا صحیح معنوں میں آئینہ دار ہے وہ خط یہ ہے

از رنگون (ملک برما)

قیدی بادشاہ کا گھر

اماں حضرت آداب

میں آپ کی نور چشم بیٹی "کالے پانی" میں ہوں۔ اپنے وطن دہلی سے ہزاروں کوس دور۔ میکے سے جدا اور ایسی جدا کہ اب کسی میکے والے سے ملنے کی آس تک نہیں آپ کا خط سائیں سہیل شاہ (شہزادہ جواں بخت) لے کر آئے تھے جب وہ اپنے جلاوطن بادشاہ (مہربان باپ)، سے باتیں کرتے تھے تو میں نے چلمن سے انہیں پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا حضور کی آنکھوں سے بھی موٹے موٹے آنسو چھلک رہے تھے۔

میرے سائیں جب بات چیت سے فارغ ہو کر میرے کمرے میں آئے تو آپ کا خط میرے ہاتھ میں دیتے ہی زار و نزار رونے لگے۔ پھر اپنی شادی کا وہ سماں آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جب ساس کے ایما سے غالب نے ان کا سہرا زرنگار کاغذ پر لکھ کر ایک سونے کی کشتی میں بڑے تکلف کے ساتھ پیش کیا تھا۔ پھر ذوق کے سہرے کی بھی چرچا چھڑی۔ میرے طلب کرنے پر آپ سے یہی دو سہرے سائیں صاحب یہاں ساتھ لائے۔ وہ بھی وقت تھا۔ جب میں ہندوستان کے ولی عہد کی ملکہ تھی۔ ولی عہد صاحب لال قلعہ میں سات ڈیوڑھیوں اور درجنوں پہرہ داروں سے گزر کر میرے پاس پہنچا کرتے تھے مگر آج میں ایک جلاوطن قیدی کی بیوی ہوں اب میں ملکہ نہیں بلکہ خود ایک قیدی کی صورت میں رہنے پر مجبور ہوں ساس بھی میری طرح جبراً قید میں اپنا وقت نباہ رہی ہیں حضور سسر صاحب تو انگریزوں کے قیدی ہیں ہی۔ اب نہ تو وہ سات ڈیوڑھیاں ہیں نہ پہرہ دار بس لکڑی کا بنا ہوا ایک مکان دہلی زمانہ میں جیسا شرنارتھیوں اور مہاجرین کا دیکھتے ہیں، جو برسات میں ٹپکتا ہے جس میں چار معمولی کمروں کی بہ مشکل صد گنجائش ہے۔ ایک میں میری ساس اور سسر ہیں۔ دوسرے میں میرا اور ان کا بستر ہے۔ تیسرے میں نوکر چاکر اور چوتھے میں کھانے پینے اور ملنے جلنے کا انتظام ہے۔

مجھے یہاں کی آب و ہوا راس نہیں آئی بارش بہت ہوتی ہے۔ اس لئے مچھروں کی بھرمار رہا کرتی ہے۔ پھر غضب یہ کہ ہمارا مکان پرانا اور بوسیدہ ہے۔ آپ کے خط سے آکا بھائی (بڑے بھائی) کی پھانسی کا حال معلوم ہوا، جسے آپ دیکھ کر غش پر غش کھاتی تھیں۔

جب ہم دلی سے چلے تھے تو اس وقت آکا بھائی بنارس سے نہیں آئے تھے جب سائیں نے ان کی چار سالہ لڑکی سعیدہ کا حال سنایا۔ تو بس کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ سعیدہ کی بھولی بھالی باتوں کا قصہ سنتی ہوں تو جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ بیچاری موئی مٹی کی نشانی ہے۔

اس شہر کا ایک آدمی بھی ہمارا ہمدرد نہیں، دنیا میں ہمدردی تب ہی ہوتی ہے جب ہمدردی والے سے کچھ امیدیں ہوں۔ بھلا ہم سے کسی کو کیا امیدیں ہو سکتی ہیں۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ہماری شہنشاہی ختم ہو چکی، ہمارا رہا سہا وقار مٹی میں مل چکا۔ اب ہم بے کسی کے عالم میں جلاوطنی و نظربندی کے سیاہ دن بسر کر رہے ہیں، ہمارے اقبال کا سورج غروب اور ہمارے بخت کا چراغ گل ہو چکا۔ پھر ہمارے جس قدر حامی مددگار تھے۔ وہ بھی ختم ہو چکے۔ اس قسم کی کس مپرسی میں کوئی کیوں ہمارے پاس آنے لگا؟

حضرت امام حسینؓ کے قاتلوں کو یزید کے دربار سے ڈیڑھ ڈیڑھ جو فی کس ملتے تھے اس معمولی معاوضے پر ان ظالموں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسوں کو شہید کر دیا تھا۔ اگر حضرت امام حسینؓ ڈیڑھ سیر جو فوج کے ہر آدمی کو دے سکتے۔ تو وہ قاتل انہیں کے ساتھ ہو جاتے ہمارا حال بھی آپ ہی سمجھیں۔ ہم اپنے ہمدردوں اور حمایتوں کو ڈیڑھ سیر جو دینے کے بھی قابل نہیں رہے۔

اس ملک کی زبان اور مذہب بھی اور ہے۔ اسی طرح رہنا سہنا اور کھانا پینا بھی ہم سے جدا ہے۔ ہم سے وہ گویا اجنبی ہیں اور یہ جانتے تک بھی نہیں کہ ہم کس سلطنت کے درخشندہ ستارے تھے کیوں اور کن حالات میں یہاں پھینکے گئے؟

اماں حضرت! عجیب مخمصہ ہے۔ نہ ہم قید ہیں، نہ آزاد ہیں نہ زندہ ہیں، نہ مردہ بولتے، چالتے، کھاتے پیتے ضرور ہیں۔ شاید اس لئے کہ زندہ ہیں۔

اماں۔ آپا کو بھول جاؤ۔ اور خدارا انہیں بھی یاد کر کے نہ رو۔ نہ وہ ملیں گے۔ نہ ہم ملیں گے۔ وہ قبر میں ہیں تو ہم بھی جیتے جی قبرستان میں پڑے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اُن کی قبر وطن میں ہے، اور ہماری قبر پردیس میں ہے کتنی مزے کی بات ہے کہ جیتے جی بھی قبر میں ہیں۔ اور مر کر بھی قبر میں ہوں گے۔

اچھا امی جان آداب!

خاک گور والے

"آپ کی بیٹی"

فقہی و علمی مسائل اور اُن کے جوابات

نوٹ:- ادارہ خدام الدین کے نام آئے ہوئے علمی مسائل میں سے بعض کے جوابات بشکریۂ دارالعلوم حقانیہ درج ذیل ہیں

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک :پشاور

سوال: ہمارے گاؤں دڑو میں کوئی سند یافتہ عالم نہیں جس کے سامنے یہ مسئلہ رجوع کیا جائے یہاں کا ایک مؤذن اذان سے پہلے درود شریف جو اس طرح ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

〃 〃 〃 یا حبیب اللہ

〃 〃 〃 یا شفیع المذنبین

بلند آواز سے پڑھ کر بعد میں اذان شروع کر دیتا ہے، جیسے یہ درود شریف اذان کا ایک حصہ بن کر رہ گیا ہے یہاں کے کچھ لوگ اس فعل کو بدعت کہتے ہیں اور بعض برکت سمجھ کر اسے اچھا سمجھتے ہیں براہ کرم اس بارہ میں ہماری صحیح رہنمائی فرمائیں

محمد نحل کوٹائی

دڑو، ٹھٹھہ سندھ

الجواب:- بذات خود ان الفاظ سے حضور سرور کائنات کی بارگاہ میں تحیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ مطلوب ومحمود اور باعث ثواب ہے۔ مگر اس خاص طریقہ سے خاص وقت میں اذان کے ساتھ بلند آواز سے پڑھنا بلاشبہ ایسا فعل ہے جس کا ثبوت وتائید قرآن وحدیث اور حضورؐ کے کسی ارشاد قول وعمل سے نہیں ہوتا اس لحاظ سے ایسا کرنا بلاشبہ بدعت ہے۔ واللہ اعلم

سوال: (۱) غسل جنابت یا پاخانہ میں اذان سننے پر کلمہ شریف یا دعا پڑھنی چاہیئے یا نہیں

جواب:- نہیں پڑھنی چاہیئے خلاف ادب واحترام ہے۔

سوال ۲:- درود تاج، درود لکھی، درود ہزارہ، دعا گنج العرش، عہد نامہ وغیرہ جو نظر آتے ہیں یہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھے یا بعد میں پیدا ہوئے۔

جواب:- ان کتابوں کی تصنیف وتالیف اور ترتیب حضورؐ کے زمانہ کے بعد ہوئی۔ بہتر یہ ہے کہ درود شریف کے جو الفاظ اور طریقے صحاح ستہ اور دیگر احادیث نبوی میں منقول ہیں انہیں پڑھا جائے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ

سوال ۳:- چند حضرات صرف ایک کان میں انگلی رکھ کر اذان کہتے ہیں اور اذان میں اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہتے ہیں انگوٹھا چومتے ہیں۔ اس کی کیا حیثیت ہے

جواب:- یہ طریقے غیر مسنون ہیں گو اذان ہو جائے گی۔ لیکن مسنون طریقہ دونوں کانوں میں انگلیاں رکھ کر اذان دینے کا ہے نیز صحیح روایات میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے انگوٹھا چومنے کا ثبوت بھی نہیں۔

سوال ۴:- سونے یا چاندی کے تعویذ میں سورۂ یٰسین یا اور کوئی دعا برکت کے خیال سے گلے یا بازو میں ڈالنے کا کیا حکم ہے۔

جواب ۴:- کچھ حرج نہیں جائز ہے ہاں اگر پہننے والا مرد ہو تو تعویذ سونے کا نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سونا مردوں پر حرام ہے۔

سائل:- (عبدالغفور ارائیں نواب شاہ سندھ)

سوال:- میں نے فقہی وعلمی اور ان کے جوابات پڑھے بہت زیادہ خوشی ہوئی اللہ تعالےٰ آپ کو اجر عطا فرمائے آمین حسب ذیل باتیں جو عوام میں مشہور ہیں ان پر قرآن وحدیث سے روشنی ڈالیں۔

۱۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رنگ کا زردہ کھانا جائز نہیں جیساکہ زردہ چاول ہیں۔

۲۔ ساون کے مہینے میں چارپائی جو بنائے اس پر سانپ آتے ہیں اور منگل کے دن چارپائی بنانا بہت گناہ ہے۔

۳۔ بعض عورتیں کہتی ہیں کہ سر کے بالوں میں سوت کی بنی ہوئی چوٹی (پراندہ) لگانے سے قیامت کے دن اس کے سر پر سانپ لٹکیں گے۔

۴۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر پانچوں انگلیاں الگ الگ ہوں اور گلاس اٹھایا جائے اوپر سے پکڑ کر اٹھائیں تو گلاس کا پانی مکروہ ہو گیا اور ایسا کرنا گناہ ہے۔؟

محمد یونس گوجرانوالہ

الجواب:- ان باتوں کی شرعی نقطہ نگاہ سے کوئی حیثیت نہیں۔ عوام کے گھڑے ہوئے توہمات ہیں۔

سوال ۱:- میں جس رنگ کا ذکر کیا گیا ہے اگر وہ رنگ صحت کے لئے مضر (نقصان دہ) ہو۔ تو اس کا استعمال ناجائز ہوگا ورنہ نہیں اسی طرح سوال ۳:- میں انسانی بالوں سے بنی ہوئی چوٹی کا پہننا جائز نہیں اور سوت دھاگے وغیرہ سے بنی ہوئی جائز ہے۔

سوال:- اندھے کے پیچھے فرض نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

غلام عیسیٰ چیلسا زسبی بلوچستان

جواب:- اندھے کے پیچھے فرض نماز پڑھنی جائز ہے۔ فقہ کی اکثر کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک سفر کے موقع پر مدینہ کی امامت حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کی سپرد فرمائی تھی جیساکہ حدیث کی اکثر کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے

سوال ۱:- کیا نبی کو غیب کا علم حاصل ہے

۲۔ کیا حضرت فاطمہؓ کا نکاح واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں شب معراج میں ہوا تھا۔

۳۔ کیا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مسلمان تھے اور جنت میں ہے۔

اکبر علی نیوز ایجنٹ لکی مروت بنوں

جواب:- علم غیب صفت خاصۂ خداوندی ہے۔ قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص اس پر دال ہیں کہ علم غیب صرف خداوند تعالےٰ کو ہے اور اہل سنت والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے

۲۔ کسی مستند کتاب اور قوی روایت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ہاں اتنا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ وحضرت علیؓ کا رشتہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوا۔

۳۔ اس کا علم خداوند تعالےٰ کو ہے۔ اس بارہ میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور نہ ہمیں ایسی باتوں میں پڑنا چاہیئے۔

جن کا تعلق دین کے کسی بنیادی عقیدہ اور مسئلہ سے نہ ہو خود حضور علیہ السلام نے اپنے والدین کے ایمان وجنتی ہونے کے بارہ میں سکوت اختیار فرمایا ہے اور کوئی قطعی بات نہیں کی اور بغیر وحی ارشاد رسولؐ کے کسی کے انجام کے بارہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا — (باقی باقی)

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

★ —— از حضرت شیخ التفسیرؒ

نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے، لاہور

۹ جنوری ۱۹۴۷ء جمعرات

بنیادِ اسلام کی حفاظت اور ذکر اللہ

اسلام کی مثال درخت کی طرح ہے جس طرح درخت کی جڑیں ہوتی ہیں۔ تنا ہوتا ہے شاخیں ہوتی ہیں، پتے ہوتے ہیں پھل اور پھول ہوتے ہیں۔ اسی طرح اسلام کی بھی بعض چیزیں بطور جڑ کے ہیں۔ بعض شاخیں ہیں۔ بعض پھل ہیں۔ جس طرح جڑ خشک ہو جائے تو درخت کی شاخیں اور پتے ہرے نہیں رہ سکتے۔ وہ بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اسلام کی جو بنیادی چیزیں ہیں۔ وہ نہ رہیں۔ تو اسلامی روح کی جھلک تمام اعمال میں سے نکل جاتی ہے۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے کلمہ توحید، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمان عموماً اور پنجاب کے خصوصاً جو میرے مخاطب ہیں۔ ایک غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ اسلام کی کسی خاص خدمت کو اپنے ذمے لے لیتے ہیں جس کے لئے ان کے اندر استعداد ہوتی ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ گویا سارے اسلام کا حق ادا کر رہے ہیں۔

اسلام کی جو بنیادی چیزیں ہیں ان سے غفلت برتتے ہیں۔ اور اس ایک خدمت ہی میں لگے رہتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی اخبار نکالتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں ملت اسلامیہ کی اس طرح خدمت کر سکتا ہوں یہ ٹھیک ہے۔ اور محمود مقصد ہے۔ لیکن دن رات اسی کام میں لگے رہنا اور نماز ادا نہ کرنا یہ غلطی ہے۔ کسی مدرسے کی خدمت کرنا اور فرائض خمسہ میں سستی کرنا بہت بڑا قصور ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے جڑیں کاٹ دی جائیں۔ حضرت عمرؓ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی یہ فرمان جاری کیا تھا۔ کہ جو نماز ادا کرے گا۔ میں سمجھوں گا، کہ باقی امور سلطنت اچھی طرح ادا کرتا ہو گا۔ اور جو اس میں سستی کرے گا۔ میں سمجھوں گا باقی کام بھی خراب کرتا ہو گا اور اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زکوٰۃ کے بارے میں جہاد کیا تھا۔ تو یہ فرائض خمسہ ایسی چیزیں ہیں۔ جن میں شاہ و گدا سب یکساں ہیں۔ اور ہر ایک کو ادا کرنے پڑیں گے۔ ان کے علاوہ جو استعداد کسی میں ہو۔ اس کے مطابق اسلام کی خدمت بجا لائے یہ صحیح راستہ ہے نہ یہ کہ بنیادی امور سے غافل رہ کر کسی خدمت کو سرانجام دے۔ اگر کوئی شخص اور خدمت نہیں کر سکتا۔ تو نہ سہی۔ فرائض خمسہ تو ادا کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسان دنیا میں فرائض عبدیت نباہنے کے لئے آیا ہے ان کے نباہنے میں آسانی پیدا کرنے کے لئے ذکر الٰہی بکثرت کرنا چاہیے۔ اللہ کے نام کی برکت سے تجلی الٰہی کا نور نازل ہو گا اور عبدیت کا پروگرام آسان ہو جائے گا ہر چیز میں تاثیر ہے تو کیا اللہ کے نام میں تاثیر نہیں۔

---

۲۳ جنوری ۱۹۴۷ء جمعرات

ذکر روحانی امراض کا علاج ہے

دوائی استعمال کرنے کے بعد مریض خود بخود محسوس کرتا ہے کہ میرا مرض کم ہو رہا ہے یا ویسے کا ویسا ہے۔ اگر کم ہو رہا ہے تو دوائی کارگر ہے۔ اگر ویسے کا ویسا ہے۔ تو دوائی کارگر نہیں ہے یا کوئی بد پرہیزی ہو رہی ہے۔ یہی حال روحانی مریض کا ہے۔ روحانی امراض کا علاج ذکر الٰہی ہے اگر ذکر الٰہی سے روحانی بیماری دور ہو رہی ہے تو ذکر کارگر ہو رہا ہے اگر بیماری ویسے کی ویسی ہے۔ تو پھر علاج میں تو شک نہیں۔ کیونکہ ذکر الٰہی تمام روحانی بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ مادی دوائیوں میں شک ہو سکتا ہے کہ شاید تشخیص صحیح نہ ہوئی ہو۔ لیکن ذکر الٰہی کے علاج میں شک نہیں۔ اس لئے یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہے یا فطرت ہی مسخ ہو گئی ہے۔ جسمانی بیماریوں میں اگر دوائی سے افاقہ نہ ہو۔ تو ڈاکٹر و حکیم جو مرض کہیں۔ ایک اللہ کا بندہ تو یہی کہے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ شفا دینا نہیں چاہتے۔ اس لئے دوائی کی تاثیر روک دی گئی۔ اور مریض کے لئے دوائی ایسے ہے۔ جیسے راکھ۔ کچھ اثر نہیں ہوتا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مریض کا معدہ بڑا سخت ہے مسہل دیا گیا تو ہضم ہو گیا۔ دوسری دفعہ دیا پھر ہضم ہو گیا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوں یا فطرت ہی مسخ ہو چکی ہو۔ تو ذکر الٰہی کی تاثیر رک جاتی ہے۔

ذکر الٰہی سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ دل دنیا سے بیزار اور آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اگر ذکر سے یہ حالت پیدا ہو۔ تو سمجھیں کہ ذکر کارگر ہو رہا ہے

میرے حضرت کے ہاں دستور تھا کہ جب جماعت کے ساتھ کسی قصبے سے گزرتے تو ذکر جہر نفی اثبات۔ لا الٰہ الا اللہ۔ کرتے گزرتے۔ ایک دفعہ گزر رہے تھے جماعت نے ذکر شروع کیا۔ تو آپ ناراض ہو کر فرمانے لگے۔ کہ جب تمہارا وہ حال نہیں ہے۔ تو ذکر کیوں کرتے ہو۔ مطلب یہ تھا۔ کہ ذکر کرتے ہوئے گزرو۔ تو ادھر ادھر عورتوں کو نہ دیکھو۔ لیکن اگر عورتوں کو بھی دیکھتے جاؤ۔ اور زبان سے ذکر بھی کرتے جاؤ۔ تو ایسے ذکر کا کیا فائدہ ہے

---

۳۰ جنوری ۱۹۴۷ء جمعرات

تربیت و تکمیل کے لئے وصیتیں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے خدا پرستوں کی ایک کمزوری کا ذکر فرمایا ہے۔ سورہ مریم میں آتا ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۵ ۱۹ : ۵۹

ترجمہ: پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ پھر عنقریب گمراہی کی سزا پائیں گے۔

اس آیت سے پہلے انبیاء کا ذکر کیا

ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ ان کے جانشین ایسے لوگ ہوئے۔ جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوات کی پیروی کی۔

میں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں کئی ایسے مقامات دیکھے ہیں۔ جہاں کسی اللہ والے کی برکت سے خوب رونق تھی۔ اللہ اللہ کرنے والی جماعت موجود تھی مسجدیں بھری رہتی تھیں۔ جمعہ کی نمازیں ہوتی تھیں۔ لیکن اُن کے رخصت ہونے کے بعد نہ وہ جماعت رہی۔ نہ مسجدوں کی آبادی رہی۔ نہ جمعہ کی نماز رہی۔ انہوں نے نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجدیں بڑی بنوائیں لیکن آج وہاں ایک صف بھی نہیں ہوتی

میں آپ کو اس غلطی سے آگاہ کرتا ہوں۔ کیونکہ ایسا ہوتا میں نے اکثر دیکھا ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھیں۔ کہ جس سلسلے میں تربیت ہو رہی ہو۔ اس سے نکل کر دوسرے طریقے میں داخل ہوں گے۔ تو بجائے فائدے کے نقصان ہوگا۔ پہلا نور بھی بجھ جائے گا ہمارا سلسلہ قادریہ ہے دوسرے سلسلے مختلف ہیں۔ ایک شخص جو سلسلہ قادریہ میں تربیت کروا رہا ہو۔ اُسے چاہیئے کہ اسی سلسلے میں اپنی تکمیل کرے۔ اگر شیخ فوت ہو جائے۔ اور تربیت ناقص رہے۔ تو اسی سلسلے کے تربیت یافتہ حضرات سے تکمیل کروائے۔ جماعت کے سارے افراد کی حالت یکساں نہیں ہوا کرتی۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے بیری کا درخت۔ اس میں چھوٹے چھوٹے بیر بھی ہوتے ہیں۔ بڑے بھی ہوتے ہیں لیکن ابھی کچے ہوتے ہیں۔ اور بعض سُرخ بھی ہوتے ہیں۔ اگر درخت کٹ جائے۔ تو سرخ بیر سے نسل چل سکتی ہے۔ لیکن باقی سب خشک ہو جائیں گے البتہ جب وہ درخت کے ساتھ تھے۔ تو ہرے تھے۔ اسی طرح جب شیخ موجود ہوتا ہے تو سب ہی ایک رنگ ہوتا ہے اگرچہ ان میں بعض کچے ہوتے ہیں اور بعض پکے۔ جو کچے ہوں۔ وہ یہ نہ سمجھیں۔ کہ شیخ کی صحبت میں جو نور پیدا ہو چکا ہے۔ یہ ہمارا اپنا ہے۔ یہ اپنا نہیں ہے۔ اپنا تب ہوگا۔ جب بر سر خود ہوں گے۔ اور سرپرست نہ ہوگا، تب بھی یہ نور رہے گا۔

اپنے سلسلے سے نکل جانے والے کی مثال ایسے ہے، جیسے چار پانچ لکڑیاں اکٹھی جل رہی ہوتی ہیں۔ اور آگ خوب شعلے مار رہی ہوتی ہے۔ اور ہر لکڑی جل رہی ہوتی ہے۔ اور اپنا رنگ دکھا رہی ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک کو نکال کر الگ کریں تو فوراً بجھ جائے گی۔ یہی حال ان طالبوں کا ہے۔ جو جماعت میں رہ کر اللہ اللہ کر رہے ہوں۔ اگر وہ الگ ہوں گے۔ تو نور بجھ جائے گا۔

استقامت بہت بڑی چیز ہے۔ یہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ جس سلسلے میں آپ اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس میں استقامت دے۔ گھر پر بیوی بچوں کو لے کر ذکر کیا کیجئے۔

میں نہیں جانتا میری زندگی کتنی ہے۔ میں تو اپنی عمر پوری کر چکا ہوں۔ اور اب تو اُوور ٹائم (OVERTIME) لگا رہا ہوں اس لئے میں آپ کو اس غلطی سے آگاہ کرتا ہوں یہ میرا تجربہ ہے۔ اور ان گنہگار آنکھوں سے اکثر ہوتے دیکھا ہے۔

۱۶ر فروری ۱۹۶۷ء جمعرات

قبض کے اسباب

کبھی کبھی ذاکرین پر قبض کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ یعنی ذکر الٰہی کی لذت سلب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعض اسباب ہیں۔ جن میں سے ایک اکل مشتبہ ہے۔ میرے ہاں ایک ولی اللہ آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ میری ایک جماعت کی لذت سلب ہو گئی۔ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ مکاشفہ سے معلوم کیا تو پتہ لگا۔ کہ چوری کی گائے کسی نے ذبح کی اور انہوں نے اس کا گوشت قیمتاً خرید کر کھایا۔ اگرچہ انہوں نے پیسے دے کر لیا۔ لیکن تھی وہ چوری کی۔ زہر اگر غلطی سے کھایا جائے۔ تو اس کا اثر ضرور ہوگا۔ اور آدمی مر جائے گا۔ اگرچہ وہ خودکشی کا مجرم نہیں سمجھا جائے گا۔

دوسرا سبب غافلین کی صحبت ہوتی ہے جیسے اللہ والوں کے متعلق آتا ہے۔ کہ انہیں دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ ایسے ہی بعض خبیث الفطرت انسان ہوتے ہیں۔ کہ جنہیں دیکھنے سے طبیعت پر قبض طاری ہو جاتی ہے۔ اور خدا بھول جاتا ہے۔ ذکر کی لذت سلب ہو جاتی ہے جیسے کوئی نازک طبع گندگی کے ٹوکرے کو دیکھ لے یا کسی کو قے کرتے دیکھ لے۔ تو کافی عرصے تک طبیعت مکدر رہتی ہے۔ کھانے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اسی طرح اور وجوہات بھی ہیں

جب قبض کی حالت طاری ہو۔ اور ذکر کی لذت نہ رہے۔ تو ذکر کو چھوڑ نہیں دینا چاہیئے۔ اور نفس کو ڈھیل نہیں دینی چاہیئے۔ حسب معمول کرتے رہیں۔ تاآنکہ بسط کی حالت طاری ہو جائے۔ مثلاً ہر نماز کے بعد دو تسبیح اسم ذات کا ذکر کرتے ہیں۔ قبض ہو گئی۔ جی نہیں چاہتا۔ تو چھوڑ نہ دیں۔ بلکہ کرتے رہیں۔ خواہ لذت آئے یا نہ آئے۔

بقیہ، نماز بیحیائی اور برے کام سے روکتی ہے

میں اللہ کی بندگی کا ایک خاص طریقہ ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں کئی سو مرتبہ حکم موجود ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے۔

ایک حدیث پاک میں نماز کو دین کا ستون کہا گیا ہے۔ اور یہ کہ جس نے نماز قائم کی اس نے دین کو قائم کیا۔ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین کو ڈھا دیا۔

چند دن کی بات ہے۔ بھاٹی گیٹ کے اندر ایک صاحب مکان، مکان میں پانی کے رِستے رہنے سے دراڑ پڑ جانے سے متفکر و پریشان تھے۔ انہیں اس طرف توجہ دلائی گئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان موقعوں پر عمل یہ تھا کہ آپ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ لیکن ان صاحب نے یہ فرمایا کہ بھائی آخر اسباب اختیار کرنے کا بھی تو اللہ ہی نے حکم دیا ہے۔ یہ اسباب کی دنیا ہے۔ خدا کی قدرت مغرب کی اذان ہوئی اور نماز باجماعت ان کے سامنے مسجد میں ہوئی۔ لیکن انہیں نماز کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

ایسے اسباب کو آگ لگے۔ جن میں کھو کر انسان کارساز حقیقی کو بھول جائے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے متعلق باز پرس ہوگی ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسشِ نماز بود

اللہ رب العزت ہمیں نماز کے قیام و اہتمام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

نماز بے حیائی اور بُرے کام سے روکتی ہے

از حافظ کریم بخش بھکر ـــ میانوالی

اللہ رب العزت جل شانہٗ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

ترجمہ! بے شک نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

اس ارشاد باری تعالےٰ سے ہمیں نماز کی تلقین ہو رہی ہے کہ اے مسلمانو! نماز پڑھو، نماز بے حیائی، فحاشی، زناکاری، شراب خوری، کسی کا مال لوٹ کھانے اور کسی پر ظلم و زیادتی کرنے وغیرہ تمام بُری باتوں اور کاموں سے دور رکھتی ہے۔ یہ چیزیں اس وقت دور ہوں گی جب کہ پرہیز کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر آپ ہسپتال سے دوا لاتے ہیں۔ ڈاکٹر نے دوا کے استعمال کے ساتھ ساتھ کچھ چیزوں سے پرہیز کرنے کو کہا ہے۔ مثلاً اچار، لیموں کھٹی میٹھی چیزیں بڑا گوشت وغیرہ۔ اگر تم اس کی مخالفت کرو تو اس کا نتیجہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا

بالکل اسی طرح سے اللہ کے فرمان نماز کا صحیح نتیجہ تب ہی نکلے گا، جبکہ ہم ان باتوں سے پرہیز کریں گے جن سے ہمیں روکا گیا ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے

نماز سے ہمیں جہاں یہ فائدہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم سے راضی ہوں گے۔ اس کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ وہاں دنیاوی طور پر کچھ ظاہری فوائد بھی حاصل ہوں گے۔ مثلاً کپڑے اُجلے اور صاف ستھرے رہیں گے بدن پاک و صاف رہے گا۔ پھر اس ظاہری صفائی سے باطن کی صفائی نصیب ہوگی لیکن یہ جب ہی ہوگا جبکہ ہم نماز میں دلچسپی لیں گے۔ اس کی طرف پوری طرح دھیان اور توجہ دیں گے۔ غیروں کے خیال سے اپنی نماز کو الگ رکھیں گے۔

جب لوگ اللہ کے سامنے عاجزی سے کھڑے ہوتے، پھر جھکتے اور آخرکار زمین پر سر رکھ کر اسکی بڑائی اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ اس کی تعظیم اور تعریف کرتے ہوئے اپنی عاجزی اور ذلت کا اقرار کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ ایسے اشخاص سے خوش ہوتے ہیں۔ ان کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھ دیتے ہیں، اور آخرت میں اپنی خوشنودی سے سرفراز کرتے ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے میں کوئی فائدہ نہیں وہ اللہ تعالےٰ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کی سراسر تکذیب کرتے ہیں۔ گویا یہ در پردہ انکار ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ جہنم میں جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی بہترین انداز میں ایک مثال کے ذریعے نماز کے فوائد اور فضائل سمجھائے ہیں۔ آپ صحابۂ کرام سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے گھر کے سامنے ایک نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ، کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہی مثال نماز کی ہے کہ نمازی کے نامۂ اعمال میں بھی گناہ باقی نہیں رہتے ـــ

آپؐ نے یہ بھی دریافت فرمایا۔ کہ نماز جنت کی کنجی ہے۔ آپ نے ایک اور مثال اس سلسلے میں یہ بیان فرمائی کہ آپ ایک دفعہ چند صحابہؓ کے ساتھ سردیوں کے موسم میں باہر تشریف لائے۔ درختوں پر سے پتے جھڑ رہے تھے۔ آپؐ نے ایک درخت کی ٹہنی کو پکڑ کر ہلایا۔ اس سے پتے اور بھی زیادہ جھڑنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے سے انسان کے نامۂ اعمال سے گناہ یونہی جھڑ جاتے ہیں۔ کس اچھے انداز سے آپؐ نے امت کو نماز کی ترغیب دی ہے

آنحضرتؐ کا ہر فرمان ہمارے لئے دین ہے۔ آپ کی سنت پر عمل ہماری آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات امت کے لئے روتے تھے۔ وصال کے وقت بھی امت کے فکر میں یا ربّ امتی پکار رہے تھے قیامت کے دن بھی جبکہ اور تمام انبیاء یا رب نفسی پکار رہے ہوں گے آپ اس وقت بھی امت کا فکر کریں گے اور یا رب امتی فرمائیں گے۔

سبحان اللہ! کیسے مہربان اور شفقت فرما نبی تھے۔ لیکن امت کا یہ حال ہے کہ جب کسی سنت پر عمل کے لئے کہا جائے تو جواب دیتے ہیں، کہ فرض تو نہیں ہے آخر سنت ہی تو ہے مثلاً صرف داڑھی ہی کو لیجئے۔ بلکہ بے نقط سنائی جاتی ہے۔

بہرکیف! لوگ اپنی دکانوں اور تجارتوں میں مشغول بیٹھے رہتے ہیں۔ نماز کا وقت گزر جاتا ہے۔ لیکن یہ اُٹھ کر نماز نہیں پڑھتے دراصل ان کا اللہ پر یقین نہیں رہا۔ روزی کی کمی کا نقصان انہیں دامنگیر ہو جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں واضح ارشاد ہے کہ تم میری عبادت کرو۔ روزی میرے ذمہ ہے۔ تمہارا مقسوم تمہیں مل کر رہے گا۔ قرآن میں ارشاد باری تعالےٰ ہے

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّ
یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ
عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ
اَمْرِہٖ ط قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا

(الطلاق) (القرآن)

ترجمہ! جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو، اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ سو وہی اس کو کافی ہے۔ بے شک اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے

حقیقت میں ہمارا اللہ پر بھروسہ اور یقین کمزور ہو گیا ہے۔ ورنہ وہ ذات بغیر اسباب کے کام بنا دیتی ہے۔ آخر وہ کون ذات ہے جس نے حضرت ایوبؑ کو بیماری سے بغیر دوا کے شفا بخشی، حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں روزی پہنچائی۔ حضرت یوسف کو قید و بند کی کال کوٹھری سے نکال کر مصر کا والی بنا دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کو گلزار بنا دیا اور جس نے حضرت مریمؑ کے لئے آسمان سے جنت کے بے موسم پھل بھیجے۔

غرضیکہ اللہ پر ان نفوس قدسیہ کو پورا پورا یقین، ایمان کامل، توکل اور بھروسہ تھا۔ چنانچہ ان کے مسائل زندگی محض خدا کے فضل سے حل ہوئے۔

عرض یہ کرنا تھا کہ نماز، اسلامی عبادات

قسط (۷)

شراب نوشی اور اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مفتی دار الافتاء دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

حکومت کا فرض

بحالت موجودہ شریعت اسلامی کی رو سے حکومت کے ذمہ یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کے انسداد کے لئے قانون اور طاقت دونوں سے کام لے کر ہر قسم کی کوششیں کر کے شراب پینے والوں کو کڑی سزائیں دیدیں۔ اس کی تجارت کو قانوناً ممنوع قرار دیدے۔ اور قانونی سزا کے علاوہ تعزیری سزائیں بھی ان پر جاری کی جائیں۔ ایسے عناصر کو خلافت راشدہ میں ایسی قسم کی سزائیں دی جا چکی ہیں چنانچہ ذیل میں حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جو اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے بین دلیل ہے

حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ

شریعت کی رو سے یہ بات اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہے۔ کہ وہ شراب کی بندش کے لئے شرعی احکام کو بزور قوت نافذ کرے۔ اس کے لئے حضرت عمرؓ کا ایک فعل بطور دلیل و حجت پیش کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ اس نے اپنے عہد خلافت میں بنی ثقیف کے ایک شخص رویشد نامی کی دکان کو اس بنا پر جلوا دیا تھا۔ کہ وہ خفیہ طور پر شراب بیچتا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر پورا گاؤں حضرت عمرؓ کے حکم سے اس قصور پر جلا ڈالا گیا تھا۔ کہ وہاں خفیہ طریقہ سے شراب کی کشید اور فروخت کا کاروبار ہو رہا تھا۔"

اس واقعہ سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت پر یہ بات ایک فریضہ کے طور پر عائد ہوتی ہے۔ کہ وہ شراب نوشی اور اس کی تجارت کے انسداد کے لئے طاقت کا استعمال کرے۔ اور شراب نوشی کے استیصال کے لئے امتناعی احکام کو بزور و قوت نافذ کرے۔ ورنہ کیا ضرورت تھی کہ حضرت عمرؓ شراب کی دکانوں کو جلا ڈالنے کے احکام صادر کرتے۔ یا پورا گاؤں اس کے جرم میں جلا ڈالا جاتا۔ معلوم ہوا کہ اسلام کی نظر میں شراب نوشی بُرا فعل، اور قابل فوجداری جرم ہے۔ اسی بنا پر فرمایا گیا ہے کہ:۔ رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ہ (الآیۃ)

"شراب نوشی گندہ۔ اور شیطانی کام ہے اس سے تم پرہیز کرو۔ شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی"۔

الخمر اُم الخبائث

"شراب تمام خرابیوں کی جڑ ہے"

اسلام نے شراب کو تا قیامت کیوں حرام قرار دے رکھا ہے اور اس کے متعلق اتنے سخت احکام کیوں دیئے ہیں۔ کہ اس کا ایک قطرہ بھی اگر حلق سے نیچے اتر جائے تو ۸۰ کوڑوں کی سزا لگ جائے گی۔ حتی کہ اس کی تجارت بھی اسلامی حکومت کی حدود میں قابل برداشت نہیں سمجھی گئی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو اخلاق کے بلند معیار پر دیکھنا چاہتا ہے۔ جسے دیکھ کر ساری انسانیت اس پر گرویدہ ہو جائے۔ اور شراب "ام الخبائث" ہونے کی وجہ سے تمام اخلاقی خرابیوں کی جڑ ہے۔ اس سے پورے معاشرے میں بداخلاقی پھیلتی ہے اور پیروان اسلام بلحاظ اخلاق پوری دنیائے انسانیت میں بدنام ہو جاتے ہیں۔ طبرانیؒ نے بہ سند صحیح یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"شراب ام الفواحش و اکبر الکبائر ہے۔ اور جو شخص شراب پیئے گا۔ نماز بھی چھوڑ دے گا۔ اور اپنی ماں، خالہ، پھوپھی، سب سے برائی کے لئے آمادہ ہوگا"۔

زوال عقل

اس کا اصل سبب یہ ہے کہ حلال و حرام کے مابین تمیز کرنے کے لئے انسان کے پاس اگر کوئی قوت ہے تو وہ صرف عقل ہے۔ اور شراب کا سب سے پہلا اور طاقتور حملہ خدا کی دی ہوئی اس جوہری قوت پر ہوتا ہے اور جب عقل زائل یا کمزور ہو جاتی ہے۔ تو حلال و حرام، اور مناسب غیر مناسب کی تمیز و امتیاز ہی سلب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کار آمد جوہر کے زوال و انہدام پر جو کچھ خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس کا اندازہ درج ذیل روایت سے آپ لگا سکتے ہیں جو امام قرطبیؒ نے شراب کے مفاسد پر بحث کرتے وقت ذکر کی ہے وہ روایت یہ ہے۔

"حضورؐ نے فرمایا کہ شراب سے قطعاً پرہیز کرو۔ تم سے پہلے ایک زاہد و عابد تھا۔ اس سے ایک فاحشہ و بدکار عورت کی ملاقات کی ۰۰۰۰۰ ہوئی۔ تو اس نے اپنی باندی کے ذریعہ زاہد عابد کو بلا بھیجا اور کہا کہ صرف ایک شہادت کے سلسلہ میں آپ کی ضرورت ہے۔ یہ شخص اس باندی کے ہمراہ چلا۔ جب دروازہ سے گھر میں داخل ہوا۔ تو پیچھے لڑکی ہر دروازہ بند کرتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک حسین و جمیل عورت کے سامنے جا کھڑا کر دیا گیا۔ جس کے پاس ایک لڑکا اور ایک برتن میں شراب رکھی ہوئی تھی۔ عورت اس شخص سے بولی کہ میں نے تم کو شہادت کے لئے خدا کی قسم طلب نہیں کیا۔ بلکہ میں نے تو اس لئے بلایا ہے کہ تم یا تو مجھ سے حرامکاری کرو۔ یا شراب پی لو۔ یا پھر اس لڑکے کو قتل کر دو۔ اس زاہد و عابد نے شراب طلب کی، ایک جام دیا گیا تو مزید طلب کی۔ پے در پے شراب پلائی گئی یہاں تک کہ نشہ میں مدہوش ہو گیا۔ پھر عورت کے ساتھ زنا بھی کیا۔ اور معصوم بچے کو قتل بھی کر دیا۔ اور وہ سب کچھ کیا جو وہ بدکردار عورت چاہتی تھی۔ پس تم شراب سے بچو، خدا کی قسم ایمان اور مے نوشی دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ جب بھی ان میں سے ایک آئے گا تو دوسرے کو باہر نکال کھڑا کرے گا"۔

دار قطنی صـ۵۶

اس طویل حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حقیقت ذہن نشین کرانا چاہتی ہے۔ کہ شراب نوشی سے زوال عقل کے بعد وہ سب کچھ ممکن بلکہ متوقع ہے جس کا ارتکاب اخلاقی اقدار اور عام انسانی نقطۂ نظر سے بھی معیوب و مکروہ ہے۔ زاہد و عابد سے جتنے حرام افعال اور ظالمانہ کارروائیاں صادر ہوئیں وہ سب شراب نوشی کا نتیجہ تھیں، حالانکہ وہ زنا اور قتل کے مقابلے میں اس ام الخبائث کے تلخ گھونٹ کو اہون سمجھتا تھا۔ امام فخر الدین رازیؒ نے عقل کی ضرورت اور اہمیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔ "عقل انسانی قوتوں میں سب سے زیادہ ضروری اور مفید قوت ہے۔ اور شراب عقل کی بدترین دشمن ہے اور جو چیز سب سے زیادہ دقیع اور اہم شئی کی دشمن ہو۔ وہ سب سے زیادہ

اخص، اور قابل نفرین ہونا چاہئے۔ اس لئے شراب نوشی ذلیل ترین عادت ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل کو عقل صرف اس لئے کہتے ہیں ۔ کہ وہ انسان کو بُری عادتوں، اور ناجائز وحرام افعال کے ارتکاب پر آمادہ ہونے سے روک دیتی ہے ۔ اور شراب پینے کے بعد طبیعت فواحش ولغویات کی جانب تحریک و ترغیب کرے گی اور روکنے والی چیز نہ ہوگی ۔ کیونکہ شراب پینے سے عقل کو تو ختم ہی کر دیا گیا اب زوال عقل کے بعد کیا کیا پیش آئے گا ۔ اس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا" (تفسیر کبیر ص۱۵)

غالباً اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ کہ ولا یشرب الخمر حین یشربها وهو مومن (رواہ البخاری)

" یعنی شراب پینے کے وقت میں مومن کے دل میں نور ایمان نہیں رہتا۔"

شراب غیر مسلموں کی نظر میں

شراب نوشی کے متعلق اوپر کے مباحث میں جو کچھ پیش کیا گیا ۔ اس کا تعلق "اسلام" اور اہل اسلام سے تھا ۔ اب یہ بتایا جاتا ہے ۔ کہ غیر مسلموں کی تحقیق شراب کے بارے میں کیا ہے ۔ اور زمانہ دراز تک شراب کے استعمال سے انہوں نے تجربات کی روشنی میں کیا نتائج اخذ کئے ہیں ۔ اور ان کی نظروں میں شراب کی حیثیت کیا ہے:۔ اس بارے میں محققین یورپ میں سے چند کے اقوال ملاحظہ کئے جائیں ۔ کیونکہ فرزندان یورپ کی تصریحات اس بارے میں زیادہ قابل اعتماد سمجھی جاتی ہیں:۔

انگریز ڈاکٹر جوفسن ۔ اُن فوائد کو جو شراب کے بیان کئے جاتے ہیں ۔ یعنی یہ کہ اس میں غذائیت ہے جسم کی محافظ ہے ۔ معدہ کو تقویت دیتی ہے ۔ رنگ کو گورا چٹا کرتی ہے ۔ زہر ہلاہل کی دوسری تعبیر میں قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

" یہ فوائد جو شمار کرائے گئے ہیں ۔ فوائد نہیں بلکہ اس زہر ہلاہل کے دوسرے نام ہیں" (طنطاوی)

ازالہ امراض کے لئے اس پُر کیف زہر کا استعمال کیا مفید ہوسکتا ہے ۔ اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر ہنری مارٹس لکھتا ہے کہ:۔ " شراب کسی مرض کے لئے مفید نہیں اور نہ وہ صحت جسمانی کے لئے کار آمد" (ایضاً)

اسکاٹ لینڈ کا مشہور و معروف "ملر" ڈاکٹر لکھتا ہے کہ:۔ " شراب کسی مرض کی دوا نہیں" ایضاً

جمعیت برطانیہ کا صدر ڈاکٹر میچنو ٹوم کہتا ہے کہ "ہم کسی ایسی بیماری کو نہیں جانتے ۔ جس کے ازالہ کے لئے شراب مفید ہو" (ایضاً)

امریکہ کا ایک ڈاکٹر اپنے طویل تجربات کے بعد اعتراف کرتا ہے کہ:۔

" شراب کے ذریعہ سے اگر علاج کیا جائے گا تو ایسے امراض پیدا ہوں گے جو اس وقت تک نہ تھے ۔ اس جام زہر سے علاج معالجہ طبعاً بھی سمجھ میں نہیں آتا ۔ اور نہ اس میں ادنیٰ ترین فائدہ"

متحدہ امریکہ کا ایک دوسرا ڈاکٹر "کیلوج" اعلان کرنے پر مجبور ہے کہ:۔ " شراب سے امراض کا معالجہ بہت جلد روکنا چاہئے ۔ کیونکہ یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ اس کی حرارت جسم کو اتنا شدید نقصان پہنچاتی ہے ۔ جس نقصان کے مقابلہ میں صحت کی کوئی قیمت نہیں ۔ آنتوں اور معدہ کو پھونک دینے والی شے ہے۔"

بعض انگریز معالج و یورپین ڈاکٹروں نے تو شراب کی مضرتوں پر ضخیم تصانیف اپنے قلم سے تیار کی ہیں ۔ "طنطاوی" نے لکھا ہے کہ "میں نے ایک انگریز مصنف کی "کتاب الید فی الطب" کا مطالعہ کیا تو اس انگریز صاحب قلم نے اپنی تصنیف کا معتدبہ حصہ شراب کی مضرتوں پر صرف کیا ہے اور ذاتی تجربہ و مشاہدہ کی روشنی میں " آتش سیال" کی تباہ کاریاں ثابت کی ہیں"

محققین مغرب کی ان کھلی شہادتوں کے بعد یہ حقیقت سمجھنے میں کوئی دقت نہیں رہتی ۔ کہ اسلام نے چودہ سو سال قبل شراب کی مضرتوں کے متعلق جو کچھ کہا ۔ آج دنیا اسی کی تصدیق کر رہی ہے ۔ اور زندگی کے بہت سے نشیب و فراز پر اسلام کی اضطراراً تصدیق کرنے والی دنیا کیا عجب ہے کہ آئندہ مستقبل قریب یا بعید میں اسلام کے پیش کی ہوئی تمام ہی حقائق پر ایمان لے آئے ۔

منافع للناس کی تفسیر

اس کے بعد علمائے اسلام میں سے غالباً محققین علماء کی یہ رائے بار خاطر نہ ہوگی ۔ کہ منافع للناس سے اللہ تعالیٰ کی مراد صرف شراب کی تجارتی منافع ہیں ۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں " منافع شراب صرف یہی تھے ۔ کہ وہ شام سے شراب لاتے تھے اور حجاز میں بڑے نفع کے ساتھ فروخت کرتے ۔ پینے والے باوجود اس گراں قیمتی کے لیتے اور استعمال کرتے تھے شراب کے منافع جو کچھ بیان کئے گئے ۔ ان میں صحیح قول یہی ہے ۔" (قرطبی ص۸۵)

اسی طرح ابنؒ عربی نے "احکام القرآن" میں "منافع للناس" پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ:۔

الصحیح ان المنفعة هی الربح لانهم کانوا یجلبونها من الشام برخص فیبیعونها فی الحجاز بربح کبیر اھ (ج ا ص ۶۳)

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ منفعت سے مراد تجارتی نفع ہے کیونکہ اہل حجاز شام کے علاقہ سے شراب سستے داموں پر لاتے اور حجاز میں بڑے نفع سے بیچتے تھے"

شراب کی چند بدنی مضرتیں

دماغی امراض: شراب سینکڑوں قسم کی بیماریاں اور دماغی امراض پیدا کرتی ہے ۔ اس کا انکار حقائق و واقعات کے انکار کے مترادف ہوگا ۔ "شراب نوش" لوگ جن دماغی عارضوں میں ہمیشہ مبتلا رہتے ہیں اس کا اظہار اطباء اور حاذق معالج آئے دن کیا کرتے ہیں ۔ اور اس ہلاکت عظیم کو شراب کی دوسری مضرتوں میں زیادہ اہمیت دیتے ہیں ۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔

ما جعل الله لنا فيها شفاء قط فانها شديد المضرة بالدماغ الذى هو مركز العقل عند الاطباء والفقهاء اھ (زاد المعاد ج۳)

ترجمہ: خداوند عالم نے ہمارے لئے شراب میں کوئی شفا نہیں رکھی ۔ وہ دماغ کو جو مرکز عقل ہے ۔ شدید نقصان پہنچاتی ہے ۔ فقہاء اور اطباء سب اسے تسلیم کرتے ہیں"

طب یونانی کا سب سے بڑا ماہر اور حاذق طبیب "بقراط" ۔ جس کے تجربات و حذاقت پر یونانی طب کے علاوہ ڈاکٹری میں بھی بڑا اعتماد ہے اور یورپ کی مخصوص طب ، صدیوں کے روشن تجربات کے باوجود بقراط کی فنی مہارت کا انکار نہ کرسکی ۔ یہی دنیا کا مایہ ناز طبیب "بقراط" کہتا ہے ۔ کہ:۔ ضرر الخمر بالراس شديد وكذلك بالذهن اھ (ایضاً)

شراب کا سب سے زیادہ ضرر دماغ کو پہونچتا ہے ۔ اور ایسا ہی ضرر اس سے ذہن کو بھی پہنچتا ہے" ۔ صاحب "الکامل" نے بھی لکھا ہے ۔ کہ:۔

ان خاصة الشراب الاضرار بالدماغ والعصب اھ (زاد المعاد) یعنی شراب کی خاصیت ہے کہ وہ دماغ اور پٹھوں کو نقصان پہنچاتی ہے" ۔

"بقراط" کی طبی مہارت اور حذاقت پر اعتماد کے بعد شراب کی مضرت کے سلسلہ میں کوئی وجہ نہیں کہ اس کی رائے پر اعتماد نہ کیا جائے لیکن دور حاضر کا ذہن جس طرح یورپ کی تحقیقات پر اعتماد کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے اس کی ساخت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں یورپ کے پیش کردہ ان اعداد و شمار کو بھی دیکھ لیا جائے جو انسداد شراب نوشی کی سوسائٹیوں کی جانب سے شراب کی دماغ پر مرتب ہونے والی مضرتوں کے سلسلے میں سامنے آتے رہتے ہیں تاکہ دلدادگان یورپ کے لئے بھی موجب اطمینان بن سکے (باقی آئندہ)

بقیہ: مجلس ذکر ص۳ سے آگے

حج. جہاد یہ سب اجتماعیت کا پروگرام ہے — حلقۂ ذکر بھی اجتماعیت کا نقیب ہے۔ اور اسے بدعت کہنے والے اس کی اہمیت و ضرورت سے بے خبر ہیں جہاد کرنا بھی اصل میں اجتماعی فوائد اور دین کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگانے کا نام ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے متعلق فرمایا ہے کہ جو مسلمان جہاد نہ کرے یا جہاد کا جذبہ وشوق دل میں نہ رکھے اور اس کی تیاری نہ کرے۔ وہ چاہے یہودی مرے یا نصرانی مرے ہمیں ایسے مسلمان کی ضرورت نہیں، اسی طرح حج کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو حج فرض ہونے کے باوجود حج نہ کرے۔ وہ مسلمان یہودی مرے یا عیسائی۔

ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہم جہاد کے لئے کتنی کوشش کرتے ہیں کیا ہمارے دلوں میں جذبۂ شوق جہاد موجود ہے؟ آج ہماری دولت، سینما بینی، عیاشی، سگریٹ نوشی میں خرچ ہو رہی ہے، حکومت کے ڈر کی وجہ سے ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ لیکن زکوٰۃ نہیں دیتے، غربا و مساکین کی خدمت کی توفیق نہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کوئی معرکۂ جنگ نہیں چھوڑا میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں۔ جہاں زخم کے نشان نہ ہوں، مگر میری موت چارپائی پر ہی لکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ جس وقت مسلمان میں جان دینے کی روح تھی جہاد کرنے کا شوق وجذبہ تھا۔ مسلمان ساری دنیا پر قابض تھا۔ جب سے موت سے جی چرانا شروع کیا۔ موت سے بھاگنے لگا۔ دنیا میں ذلیل و خوار ہونا شروع ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اصلاح حال کی توفیق عطا فرمائے

قوم کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ فرد کی اصلاح ہو۔ اور فرد کی اصلاح کے متعلق فرمان باری تعالےٰ ہے کہ.

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ○

ترجمہ:۔ میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا، میرا شکر کرو، ناشکری نہ کرو۔ آج ہمارے پاس سینما میں جانے — تفریح کرنے اور کاروبار کے لئے وقت ہے۔ لیکن وقت نہیں تو اللہ کے ذکر کرنے کے لئے نہیں ہے۔

آج ریڈیو بے حیائی کے پروگرام نشر کرنے کے لئے ہے، اخلاق کی تباہی کے گانے سنانے کے لئے ہے لیکن نہیں تو اللہ کے احکامات وفرامین سنانے کے لئے نہیں۔ افسوس اُلٹ معاملہ ہے ؎

خرد کو جنوں، اور جنوں کو خرد سمجھتے ہیں

ان حالات میں ہم پر فرض ہے کہ تبلیغ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق برائی کو ہاتھ سے روکیں زبان سے روکیں۔ اگر اس کی طاقت نہیں تو دل میں بُرا جان کر اس برائی سے بچے رہیں۔

حضورؐ کا فرمان ہے کہ مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ چیز جو اپنے لئے پسند کرتا ہے دوسرے مسلمان کے لئے پسند نہ کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنا نام لینے کی توفیق دی ہے تو ہمیں دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اس کی دعوت دینی چاہیئے۔ خود اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی... اصلاح بھی ضروری ہے

اللہ تعالےٰ ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے آمین!

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین —

تلاش گمشدہ

حافظ اللہ داد رنگ گندمی قد درمیانہ عمر ۱۲ سال عرصہ آٹھ ماہ سے لاپتہ ہے اس کے والدین اور بھائی بہت زیادہ پریشان ہیں اگر کسی صاحب کو علم ہو تو مہربانی فرماکر جامع مسجد پسرور ضلع سیالکوٹ کے پتہ پر مطلع فرماکر ممنون فرمائیں اگر وہ خود پڑھے تو فوراً واپس گھر چلا آئے اُسے کچھ نہیں کہا جائیگا واضح رہے حافظ مذکور تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازیخاں کے مضافات کا رہنے والا ہے

(محمد ابراہیم مسجد جامع پسرور ضلع سیالکوٹ)

اعلان جلسہ

مدرسہ تعلیم القرآن مریڑ حسن راولپنڈی کا چوتھا سالانہ جلسہ مورخہ ۲۱، ۲۲ ستمبر ۶۳ء بروز ہفتہ اتوار بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے جس میں مندرجہ ذیل علماء کرام ومشائخ عظام تشریف فرما ہونگے

۱۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ جانشین شیخ التفسیرؒ لاہوری ۲۱ ستمبر بعد از نماز ظہر تشریف لائیں گے پھر بیعت وغیرہ کا سلسلہ ہوگا اور رات کو تقریر فرمائیں گے نیز حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ممبر صوبائی اسمبلی مغربی پاکستان اور مولانا قاری محمد امین صاحب خطیب جامع مسجد محلہ ورکشاپی راولپنڈی اور مولانا سید چراغدین شاہ صاحب خطیب جامع مسجد انگوروالی ان کے علاوہ اور علماء کرام بھی تشریف لارہے ہیں (المعلن قاری محمد دین ناظم مدرسہ)

از بار برٹن ایسٹ ٹرانسوال ساؤتھ افریقہ
۲۵ر اگست ۱۹۶۳ء اتوار

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ

کے صاحبزادہ محمد سالم صاحب

کا مکتوب گرامی

برادران محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید کہ آپ سب لوگ مع الخیر ہوں گے ساؤتھ افریقہ پہنچے ہوئے، آج دو مہینے سے زائد ہوگئے اور اس دو مہینے میں ہم نے ساؤتھ افریقہ کے تین صوبوں یعنی ٹرانسوال، ناٹال، اور کیپ کے تقریباً ۷۲ یا ۷۲ شہروں کا دورہ کیا ہے حتیٰ کہ بہت سے یہاں کے باشندگان نے ساؤتھ کو اتنا نہیں دیکھا جتنا اس عرصہ میں ہم لوگوں کو دیکھنے کا موقعہ اللہ تعالےٰ نے دیا۔ نوض کوئی قابل ذکر مقام ایسا باقی نہیں کہ جہاں جانا نہ ہوا ہو۔ بلکہ بعض مقامات تو وقت کی قلت کی وجہ سے تقسیم کر لینے پڑے یعنی بعض جگہوں پر حضرت قبلہ تشریف لے گئے اور بعض پر میرا جانا ہوا، لیکن بحمداللہ حضرت قبلہ کے فیوض وبرکات اور دارالعلوم کے علمی اثرات جنوبی افریقہ کی سرزمین کے چپے چپے پر نہایت کامیابی کے ساتھ پہنچ گئے اور مختلف جماعتوں نے اس کا اقرار کیا کہ اس قسم کی معقولیت پسندانہ علمی اور دینی حقائق بیانی سے ہمارے کانی بھائی آج تک ناآشنا تھے۔ ہر جگہ لوگ غیر معمولی وابستگی سے پیش آرہے ہیں۔ زیادہ تعداد جو پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے وہ سورات گجرات کے تاجر لوگوں کی ہے۔ اور یہ سب لوگ اردو سے واقف ہیں۔ اس لئے جلسوں کی نوعیت وہی رہی جو پاک وہند میں رہتی ہے۔ البتہ صوبہ کیپ میں اردو تقریباً نہیں ہے۔ اس لئے وہاں کے شہروں میں ترجمان کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن اثرات وہاں بھی بحمداللہ پورے قائم ہو گئے۔ اور لوگ دارالعلوم دیوبند کے مسلک حق اور ذوق دینی سے نہ صرف واقف ہو گئے۔ بلکہ اس کی حق پسندی اور حق کوشی کے بھی قائل ہو گئے۔ یہاں کی عام زبان انگلش ہے اور اسی کے ساتھ یہاں کی اہل حکومت کی زبان سنانی ہے۔ لیکن زیادہ چلن انگلش کا ہے۔ اسی طرح یہاں کا تمدن بھی نہایت بلند معیاری اور خالص مغربی طرز پر ہے۔ یہاں کے شہروں کی صفائی خوبصورتی سجاوٹ قابل دید ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یورپ شہر بھی پرانے ہو گئے اور یہ ملک اب بن رہا ہے۔ اس لئے اس کی تعمیر اس قدر جدت طرازی کے ساتھ ہو رہی ہے کہ یورپ کے لوگ بھی اس ملک کو دیکھنے آتے ہیں۔ پورا ملک دولت میں کھیل رہا ہے۔ یہ سونے کا ملک کہلاتا ہی آپ کو یہ معلوم ہو کر حیرت ہوگی کہ اس ملک میں پانچ سو سے زیادہ سونے کی کانیں ہیں۔ ہم نے پورے ملک کا دورہ کار سے کیا ہے اس لئے ہر جگہ چند میل کے فاصلے پر ایک کار ملتی رہی اور اس کے ساتھ اس میں کام کرنے والوں کا ایک مستقل شہر بسا ہوا ملا اور اسی طرح دوسری دولت یہاں کوئلے کی ہے جس کی کانوں کو بھی کوئی حد نہیں ہے۔ اور پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ ان سونے کی کانوں کی مالک پرائیویٹ کمپنیاں ہیں حکومت نہیں ہے۔ ایسے دولت و مغربیت زدہ ملک میں دینی قدروں کو کسی نہ کسی حد تک برقرار رکھنا، یہاں کے مسلمانوں کی قابل ذکر استقامت ہے۔ کراچی سے تمدن و دولت میں بمبئی آگے تھا لیکن نیروبی کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ وہ بھی کچھ نہیں اور جوہانسبرگ، روڈ پورٹ، پیری ٹوریا، ہیڈلبرگ کروگرس ڈروپ، جرمسٹن، راسٹوپ، برلٹس، ویری نکنگ، نیلسٹ روم، ڈربن، پورٹ شیپن، میرس برگ، اسٹنگر، لیڈی اسمتھ، ھاویک، کیپ ٹاؤن پورٹ الزبتھ وغیرہ کو دیکھ کر وہ بھی گم ہو گیا بہرحال اب یہاں کا دورہ حضرت قبلہ نے ختم فرما دیا اگرچہ سفر میں بہت سے باقی ہیں، لیکن اب یکم ستمبر کو یہاں سے روانہ ہو کر کینیا، مصر، لبنان، بیت المقدس حجاز ہو کر کراچی اور پھر لاہور آنے کا قصد ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر آپ سے ملاقات کرائے آمین، عدیم الفرصتی کی وجہ سے خط لکھنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ صبح سے سفر اور تقریریں اور رات کے ایک دو بجے چند گھنٹے آرام، بھائی نثار صاحب کا خط مل گیا تھا۔ اور ڈربن میں ملا تھا۔ مگر جواب دے رہا ہوں۔ گھر میں سب سے سلام مسنون کہہ دیجیے نیز قاری صاحب، حاجی شفیع صاحب۔ حاجی شوکت صاحب معہ برادران کو سلام مسنون

(والسلام محمد سالم قاسمی)

بقیہ:- احادیث الرسول

لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" کہا تو ان الفاظ کی اس کا پروردگار تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ عبادت کے لائق اور کوئی نہیں مگر میں اور میں بہت بڑا ہوں۔ اور جب وہ کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ تو خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ عبادت کے قابل کوئی معبود نہیں مگر میں، میں یکتا ہوں۔ میرا کوئی شریک نہیں۔ اور جب وہ کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد، تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرے ہی لئے ملک اور حمد ہے اور جب وہ کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ، تو اللہ کہتا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں اور گناہ سے باز رہنا اور طاعت پر قوت پانا یہ میری ہی جانب سے ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ان کلمات کو اپنے مرض میں کہے پھر اس کا انتقال ہو جائے تو آتش تو آتش جہنم اس کو نہ کھائے گی (ترمذی) اور کہا حدیث حسن ہے
